دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ نقوش اسلام

VOL.No.10	نومبر/دسمبر ۲۰۱۵ء (Nove.Dec 2015) صفر/ربیع الاول ۱۴۳۷ھ	Issue.No.9.10

مجلس سرپرستان

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب، مولانا حسن مرچی، مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا یحییٰ بام، مولانا رشید احمد ندوی، مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہدپوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیرنگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA. Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
www. nuqoosheislam.com , www. mifiin.org
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ............۲۰/روپے
سالانہ..........۲۴۰/روپے
خصوصی...... ......۵۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۵۰/ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: **09719639955**

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
Mob: 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTED AT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
مسلمانو! برادران وطن سے اسلام کا تعارف کراؤ!	محمد مسعود عزیزی ندوی	
دعوت دین		۶
اسلام کی صداقت	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	
احساس ذمہ داری		۸
موجودہ دور میں علماء کرام کی ذمہ داری	مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی	
جائزہ		۱۴
اسلامی بینک کاری......مشکلات کے درمیان	یوسف عظیم صدیقی	
اعجاز قرآنی		۱۹
قرآن مجید کا حکایتی اسلوب	محمد مسعود عزیزی ندوی	
سفرنامہ		۲۷
سورت، ڈھابیل اور نوساری کی کچھ باتیں	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
یاد رفتگاں		۲۴
حافظ اسماعیل منشی جوار رحمت میں	مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی	

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
فکرونظر		۲۷
تحریر و قلم اہمیت، ضرورت اور اسلوب	مولانا محمد حذیفہ وستانوی	
فکروعمل		۳۵
اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار بنو	محمد مسعود عزیزی ندوی	
تجزیہ		۳۸
تدوین حدیث کا آغاز اور اس کا طریقہ کار	مولانا محمد سلمان، دہلی	
جذبہ ایمان		۴۰
دین کی خاطر قربانیاں	غوثیہ فاطمی، مظفرآباد	
اصلاحیات		۴۲
شراب سے بچو یہ ام الخبائث ہے	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۷
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰...........
// // اول اندرونی	// //	۲۵۰۰...........
// // آخر اندرونی	// //	۲۰۰۰...........
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰...........
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰...........
¼ صفحہ //		۴۰۰...........

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہو رہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۲۴۰ روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

مسلمانو! برادارن وطن سے اسلام کا تعارف کراؤ

محمد مسعود عزیزی ندوی

بڑی حیرت کی بات ہے کہ ہندوستان جیسا عظیم جمہوری ملک جہاں پر ہندو مسلمان ہزاروں سال سے ایک ساتھ رہ رہے ہیں، ایک دوسرے کے دکھ درد میں، ایک دوسرے کی خوشی غمی میں، ایک دوسرے کے مرنے جینے میں ہمیشہ شریک رہے ہیں، آج کل اس پیارے ملک میں کچھ زہر آلود عناصر نے ایک منظم اسکیم اور سوچی سمجھی سازش کے تحت ہندو مسلم کے درمیان ایک بڑی دراڑ پیدا کردی ہے، ایک دوسرے کے درمیان میں غلط فہمیوں کی ایک زبردست دیوار حائل کردی ہے، جس کے نتیجے میں پچاس ساٹھ سال سے ایک ساتھ رہنے والے، ایک محلّہ میں رہنے والے، ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن گئے، ایک دوسرے کے مذہب سے اجنبی بن گئے، حالانکہ اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ کوئی مذہب تشدد کا داعی نہیں، کوئی مذہب نفرت کا داعی نہیں، کوئی مذہب عدم رواداری کا داعی نہیں، حتی کہ کوئی مذہب آپس میں دشمنی اور بیر رکھنے کو جائز نہیں ٹھہراتا؛ لیکن ہندوستان میں ہندو مسلم نفرتوں کے مہیب سائے دن بدن گہرے ہوتے جارہے ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں ہورہا ہے، ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر اس طرح مزے لے رہے ہیں کہ ہمارے کانوں تک آنیوالی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی ہے، مذہب کے نام پر نفرت کو بڑھاوا دینا یہ ان برادران وطن کا دن رات کا مشغلہ ہے، جنہیں مذہب کے نام سے بھی واقفیت نہیں، اور نہ ہی مذہب ان کی زندگی میں ہے، جبکہ کسی بھی مذہب میں نفرت کو فروغ دینا اور آپس میں ایک دوسرے کے درمیان بھائی چارگی کو ختم کرکے دشمنی پیدا کرنا درست نہیں قرار دیا گیا: ع

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

مگر عملاً ہم دیکھ رہے ہیں کہ نفرتوں کا بیج اس قدر برگ و بار لانے لگا ہے، کہ ہندوستان کے بھائی چارے والے معاشرے میں، جیو اور جینے دو والے ماحول میں بے چینی و بے اطمینانی کا سماں ہے، ایک طبقے کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف ذہن سازی کی جارہی ہے، ایک ویڈیو ابھی سامنے آیا ہے، اس میں برادران وطن کی نسل نو کو تربیت دی جارہی ہے، جس میں مسلمانوں کے خلاف ان کی ذہن سازی کی جارہی ہے اور مسلمانوں کے خلاف جذبات ابھارے جارہے ہیں، ایک انٹرویو میں ایک لڑکی کہتی ہے کہ ”مسلمان ہندو لڑکی سے شادی کرلیتا ہے، اس سے بچے پیدا کرتا ہے، پھر اس کو عرب ملکوں میں بیچ دیتا ہے، یا بے یارومددگار چھوڑ دیتا ہے اور اس کو ٹارچر کرتا ہے“ اسی طرح ایک اسکول میں بندوق سے نشانہ بازی سکھاتے ہوئے ایک ہندو کہتا ہے کہ ”تصور کرو جس کو نشانہ مارنا ہے یعنی مسلمان کو، کہ ہمیں صرف ہندوستان میں ہندووادی چاہئے، جو ملک کا سمّان کرے، یعنی اس کے علاوہ جو ہو اس کو گولی کا نشانہ بناؤ“ پھر وہ کہتا ہے کہ ”جہاں یہ مسلمان ہیں یا جہاں ان کی تعداد زیادہ ہے،

انہوں نے وہاں دوسرے مذہب والوں کو رہنے نہیں دیا، افغانستان دیکھ لیجئے، لبنان دیکھ لیجئے، سیریا کو دیکھ لیجئے، اسی طرح ہمیں کرنا ہے، اور ہمیں اپنے آپ کو مضبوط کرنا ہے، تاکہ آنے والے وقت میں ہم مسلمانوں سے لڑسکیں‘‘ ایک ہندو عورتوں کے درمیان تقریر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ’’اسلام مذہب میں یہ ہے کہ اگر جانور کھانے کو نہ ملے، روٹی سبزی نہ ملے، تو عورت کو کاٹ کر کھا سکتے ہیں، جو ہندو دھرم میں نہیں، تو کیا اب بھی کسی مسلمان سے شادی کروگی؟ وہ کہتی ہیں نہیں‘‘ اسی طریقے سے نئی نسل کے ذہنوں میں مسلمانوں سے نفرت بھری جارہی ہے، اوران کو بتلایا جارہا ہے کہ ’’مدرسوں میں دہشت گردی ہوتی ہے، ان کے گیٹ کے سامنے سے بھی نہ گزرنا، ورنہ گولی ماردیں گے‘‘ مسجدوں کے سلسلہ میں ہندوؤں میں یہ بات پیدا کی جارہی ہے کہ ’’جب یہ مسلمان مسجد بناتے ہیں تو جب تک مسجد کی بنیاد میں گائے کا خون نہیں ڈالتے تب تک پوتر (پاک) نہیں ہوتی‘‘ وہ ہم سے اس قدر ناواقف ہیں کہ بعض مرتبہ ہندو سوال کرتے ہیں کہ آپ لوگ اذان میں جو ’’اللہ اکبر‘‘ کہتے ہیں، کیا یہ ’’اکبر بادشاہ‘‘ کا نام لیتے ہیں، غرضیکہ یہ اوراس طرح کی بہت سی باتیں ہیں جو ہندوؤں کی نئی نسل کے ذہن میں بٹھائی جارہی ہیں۔

عالمی طور پر مسلمانوں کو بدنام کرنیکی، ان کے خلاف سازشیں رچنے کی جو کوششیں ہورہی ہیں وہ الگ ہیں، کہیں بھی کوئی ناگہانی واقعہ پیش آتا ہے، اس کو مسلمانوں کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے، چاہے ۱۱؍ستمبر والا واقعہ ہو، یا پشاور میں اسکول کا واقعہ ہو، یا فرانس میں دھماکے ہوں، اور کمال یہ ہے کہ جن کو ملزم سمجھ کر گرفتار کیا جاتا ہے یا جو خودکش دھماکے میں مرتے ہیں، ان کے نام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں، عبداللہ، عبدالرحمٰن، شکیل اور جمیل وغیرہ جیسے نام ہوتے ہیں، حالانکہ ان کے جسم کے اوپر بنی تصویریں اور بنے ٹٹو Tatto بتلاتے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں، خبروں میں ٹی وی پر یہ تصویریں نظر آتی ہیں، ہر دیکھنے والا کہتا ہے کہ یہ مسلمان نہیں، مگر ایسی دھاندھلی کی جاتی ہے، اس انداز سے خبروں کو نشر کیا جاتا ہے کہ اس کے جسم پر غیر اسلامی تصویریں دیکھ کر بھی ان خودکشوں کو مسلمان باور کرایا جاتا ہے، اور مسلمانوں کو بدنام کیا جاتا ہے، حالانکہ سچی بات ہے کہ نہ وہ مسلمان، نہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق، اگر نام بھی ان کا مسلمانوں جیسا ہے تو یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہر وہ آدمی جس کا نام مسلمان جیسا ہے، وہ حقیقت میں مسلمان نہیں، اور یہ بات اسلامی اصول اور اسلامی نقطہ نظر سے بھی واضح ہے کہ دہشت گرد، یا انسانیت پر ظلم کرنیوالا، یا کسی بھی جاندار پر ظلم کرنیوالا مسلمان نہیں، اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ جو چھوٹے پر شفقت نہ کرے، بڑے کا احترام نہ کرے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چہ جائیکہ کسی پر ناحق ظلم کرے، کسی معصوم کی جان لے، قرآن کا تو اصول یہ ہے کہ اگر کسی انسان نے کسی دوسرے انسان کو بغیر قصاص یا زمین پر فساد پھیلائے بغیر قتل کردیا، تو گویا کہ اس نے پوری نسل انسانی کو قتل کردیا، تو جس دھرم اور مذہب کے یہ اصول ہوں اس کا پیروکار کیسے ایسی دہشت گردانہ کارروائی میں حصہ لے سکتا ہے، یہ سب دشمنوں کا پروپیگنڈہ ہے، تاکہ عالمی طور پر مسلمانوں کی شبیہ خراب ہو، اور یہ بدنام ہوں۔

ان تمام واقعات کی روشنی میں اور موجودہ صورت حال کے تناظر میں مسلمانوں کا کیا فریضہ بنتا ہے، راقم یہی سمجھتا ہے کہ اس معاملے میں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، چاہے وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو، کہ وہ اسلام کے بارے میں تمام برادران وطن ہندو بھائیوں کو بتلائے کہ اسلام کیا ہے؟ اس کی تعلیمات کیا ہے؟ امن وامان اور بھائی چارہ کے سلسلہ میں اور آپسی اخوت ومحبت کے

سلسلہ میں اسلام کا کیا پیغام ہے، اور بتلائے کہ رواداری، محبت و بھائی چارہ اور انسانی ہمدردی وغمگساری کی تعلیم وہدایت اسلام سے زیادہ کہیں نہیں ہے، یہ بات بڑی محبت اور ہمدردی سے ہر مسلمان برادران وطن کو بتلائے، چاہے وہ مسلماں کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو، اس کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ اپنی معلومات کی حد تک اسلام کے بارے میں، مسلمانوں کے بارے میں، اپنے ہندو بھائیوں کو بتلائے، اس لئے کہ مسلمانوں کے خلاف ایسی فضا تیار ہورہی ہے کہ مسلمانوں کا یہاں رہنا بھاری ہو جائے گا، اور پڑوس والے ہی مسلمانوں کو ذبح کریں گے، اس لئے بتانا اور صورت حال سے واقف کرانا ضروری ہے، بیدار ہونے کی ضرورت ہے، خواب غفلت سے اٹھنے کی ضرورت ہے، ورنہ نہ یہ خانقاہیں رہیں گی، نہ یہ مدرسے رہیں گے، نہ آپ کے مکان ودکان رہیں گے، یہ نہ سمجھو کہ ہم محفوظ ہیں، ہمارے مکان، ہمارے قلعے محفوظ ہیں، ہمیں کون چھیڑ سکتا ہے، یہ خام خیالی ہے، اس فکر کو اور سوچ کو بدلنے کی ضرورت ہے، عالمی پیمانے پر بھی آپ کے خلاف سازشیں ہورہی ہیں اور ملک کے اندر بھی، اگر اپنے کو اور اپنی نسل کو اس ملک میں باقی رکھنا ہے، تو برادران وطن کو اپنے بارے میں بتلائیے، اپنے مذہب کے بارے میں بتلائیے، سب کو فکر کرنے کی ضرورت ہے، کسی ایک جماعت یا کسی ایک انجمن، جمعیت یا ادارے سے کچھ نہیں ہوتا، سب کو بیدار ہوکر برادران وطن ہندو بھائیوں کے قریب ہونے کی ضرورت ہے، اور ان کو اس سیاست سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے، جو ہندوؤں کو مسلمانوں سے بدظن کرنے کے لئے چلائی جارہی ہے، پیام انسانیت، انسانی ہمدردی، مذہبی رواداری، عدم تشدد کے سلسلہ میں مخلصانہ کارروائی کی ضرورت ہے۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

اگر مسلمانوں نے اسلام کا آفاقی پیغام، اسلام کا تعارف، اسلام کی تعلیمات غیر مسلموں تک نہ پہنچائیں اور مسلمانوں کے بارے میں ان کو متعارف نہ کرایا تو وہ آپ کو اپنا دشمن سمجھیں گے، اور ظاہر ہے جس کو آدمی دشمن سمجھتا ہے اس کو ختم کرنیکی اور اس کو جلاوطن کرنیکی کوشش کرتا ہے، تو آپکے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں، آپ کو ہندوؤں کا دشمن بتایا جارہا ہے، اس لئے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہندو بھائیوں کو بتلائے کہ مسلمان ہندو کا دشمن نہیں، وہ کسی بھی انسان کا دشمن نہیں، وہ تو پریمی ہے، امن وآشتی کا پیامبر ہے، محبّ وطن ہے، وطن اور ملک کیلئے مر مٹنے کیلئے تیار ہے، ان کے خمیر میں الفت ومحبت کی وہ داستانیں ہیں، جنہیں دیکھ کر رام پرساد بسمل نے کہا تھا کہ ''ہم انگریزوں کو ملک سے اس وقت تک نہیں نکال سکتے جب تک کہ مسجد ومدرسہ کے درویش ہمارا ساتھ نہیں دیں گے'' اس لئے ضروری ہے کہ مسلم مجاہدین آزادی کے حالات بھی اپنے وطنی بھائیوں سے بیان کرو، اور مذہب اسلام کی حقانیت بھی ان کے سامنے پیش کرو، تو ممکن ہے کہ وہ تمہاری باتوں پر توجہ دیں، اگر ایسا کیا گیا تو مستقبل سنہرا ہوسکتا ہے، ورنہ سیاہ اور مایوس کن معلوم ہورہا ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے، جن حضرات تک یہ تحریر پہنچے تو وہ اپنے اوپر لازم سمجھ لیں کہ اپنے اردگرد کے پانچ یا دس یا جتنے بھی ہندو بھائیوں کو ممکن ہو سکے اسلام کا تعارف کرائیں، اسلام کی خوبیاں اور اسلام کے محاسن بیان کریں، اور انسانی ہمدردی، غمگساری، اخوت ومحبت اور رواداری کے سلسلہ میں جو قرآنی آیات یا حدیثیں ہیں، ان کا آسان زبان میں ترجمہ کرکے بتلائیں اور سمجھائیں، بلکہ کوشش کریں کہ پیام انسانیت کے جلسے منعقد کریں، جن میں زیادہ سے زیادہ ہندوؤں کو دعوت دی جائے، اور ان کو انسانی بنیادوں پر کام کرنے کی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی دعوت دیجائے، شاید اللہ تعالی سمجھ کی اور ان کے ذہن کو بدلنے کی کوئی راہ پیدا کردے: ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

دعوت دین

اسلام کی صداقت

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کی تاریخ، اس کی صداقت، اس کے فوائد، اس کے برکات اور اس کی ترقی وتنزل کی داستان بیحد پرنتائج اور دلچسپ ہونے کی وجہ سے اگر چہ اس تھوڑے سے صفحہ میں پورے نہیں ہو سکتے؛ لیکن اس تحریر کے لکھنے میں راقم اپنے پاس سے جو کچھ وقت صرف کرسکتا ہے، محض اس نیت سے کہ ایسے رسالوں کا اس طرح کے اہم اور ضروری عنوان سے خالی رہنا بھی شاید بہتری کی علامت نہ ہو، میں نے یہ کوشش کی ہے کہ اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا اقرار کردینے کے بعد بہ کمال اختصار اسلامی اصول کو جس طرح میں سمجھا ہوا ہوں، اپنی قوم اور احباب کے روبرو بھی پیش کردوں، تا کہ ہماری قوم اسلام کے بابرکت تذکرہ کے ثواب سے محروم نہ رہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھ سے پہلے سینکڑوں مصنّفین نے اسی مضمون پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، اور ہزاروں فضلاء اس عنوان پر خامہ فرسائی کر چکے ہیں، اور لاکھوں پیرایوں میں انہیں مسائل کا اعادہ ہو چکا ہے، اور بے شمار آدمی اس موضوع پر اپنی جادو بیانی کا ثبوت دے چکے ہیں، اور ایسی حالت میں ہماری اس ناچیز تحریر کی کوئی وقعت قائم ہونا نہایت مشکل ہے؛ لیکن ہم خوش ہیں کہ ہم کو اپنے مضمون کی وقعت قائم کرنے کی خلش ہرگز دامن گیر نہیں ہے اور نہ ہمارے دل میں یہ تمنا ہے کہ ہمارے ہر ہر جملہ پر داد وتحسین کے نعرے بلند کئے جاویں، یا احسنت اور مرحبا کی صداؤں سے آسمان سر پر اٹھایا جائے، یا بات بات پر سبحان اللہ اور الحمد للہ کا ورد پڑھا جائے۔

ہماری صرف ایک ہی آرزو ہے اور اسی میں کامیاب ہونے کو ہم اپنی محنت کا اصلی صلہ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو دلی خیالات ہم نہایت صفائی کے ساتھ عام لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، اگر سچائی اور راستی پر مبنی ہیں اور درحقیقت ان خیالات کا ماننے والا حیات ابدی کا مستحق ہوسکتا ہے تو اہل عقل ان کی تصدیق فرما کر ہم کو راحت اور تسلی بخشیں اور اگر فی الواقع ان خیالات کو ہم نے اپنی غلطی سے دل میں جمالیا ہے یا ان کے تسلیم کرنے میں اوہام کی آمیزش لگی ہوئی ہے یا کسی کورانہ تقلید اور بے جا حسن ظن کی وجہ سے انہوں نے ہمارے دل میں راہ پالی ہے، تو براہِ نوازش ہماری غلطیوں پر ہم کو متنبہ فرما کر ایک گم گشتہ راہ کی ہدایت کا اجر جو خدا کے یہاں سے مل سکتا ہے، اپنے دفتر حسنات میں درج کرانے کی کوشش کریں۔

قارئین کرام کو یہ میں اطمینان دلاتا ہوں کہ میری تحریر کا عام مآخذ اگر چہ اکابر سلف کی تصنیفات سے باہر نہ ہوگا؛ لیکن اس کا پیرایہ بیان اور ترتیب دلائل جداگانہ طرز پر ہوگی، اور شاید اصول اسلام کے ضمن میں بعض ایسے مضامین بھی نظر پڑیں گے جن کی اس قدر تفصیل دوسری کتابوں میں نہ مل سکے گی؛ کیونکہ اسلام کی فیض رسانی ہر خاص وعام اور ہر عالم وجاہل کے واسطے ہے اور اس کے اسرار اور فیوض عامہ کسی شخص پر ختم ہونے والے نہیں ہیں، وہ اسلام جس کے چشمہ سے قطرہ قطرہ آب حیات بن کر نکلا ہے، جس کے خزانے میں سے علم ومعرفت کے لعل وجواہر تقسیم ہوتے رہے ہیں، جس کی عالمگیر روشنی سے دنیا کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا ہے، وہ اپنے اخیر زمانہ کے پیروؤں کو اپنی فیاضی سے محروم رکھے اور اپنے ایک سچے مناقب وکمالات بیان کرنے والے کی کچھ امداد نہ کرے، یہ بالکل قیاس سے باہر ہے۔

میں یقین کرتا ہوں کہ میری تحریر کا روشن عنوان اس مضمون میں خود

میری رہبری کرے گا اور اگر میرا کچھ نہیں تو اس سے بھی کیا کم کہ ایک ایسے اولوالعزم مذہب کے نام لینے ہی سے میری تحریر کی کافی حد تک عزت کی جاسکے گی۔

یہ بالکل یقینی بات ہے کہ اسلام کے یا اور کسی مذہب کے غیر متناہی فروع کا احاطہ کرنا اور ہر ایک جزئی کو دلائل یا قیاسات سے ثابت کر دکھانا صرف دشوار ہی نہیں بلکہ فضول اور بے کار بھی ہے کیونکہ جب ایک مذہب کے تمام اصول بروئے عقل وانصاف تسلیم کر لئے گئے تو فروعات اور جزئیات کے ماننے میں انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی، اس لئے ہر مذہب وملت کی جانچ اس کے اصول اور کلیات ہی کی صداقت سے کی جائے گی، اور اس کی حقانیت کی پڑتال کا یہی بہتر اور آسان ذریعہ قرار پائے گا۔

اس قید کو ملحوظ رکھ کر ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے اصول بلکہ ''اصل الاصول'' کہاں تک عقل صحیح اور فطرت سلیمہ کے زیر حمایت ہیں، وہ انسان کی فلاح وبہبودگی کس حد تک کفالت کرسکتے ہیں، دنیا کے دوسرے شاندار مذاہب سے ان کو کیسی قدرومنزلت قائم کرائی ہے اور پیغمبروں کا کس قسم کا احترام منوانے کی کوشش کی ہے، اگر ہم اپنی اس تحقیق میں جس کا مدار محض نیک نیتی پر ہوگا، خاطر خواہ کامیاب ہو گئے تو یوں سمجھو کہ ہم نے اپنی زندگی کا ایک بڑا بھاری فرض ادا کرلیا اور بہت سے دوستوں کو جو مجھ ہی جیسے ہوں سخت محنت اور کدوکاوش اور دردسری سے نجات دلادی اور ہزار ہا بندگان خدا کو تفتیش مذاہب میں ایک طویل جانکاہی سے بچادیا۔

ہاں یہ بات بار بار یاد دلانے کے قابل ہے کہ اس مختصر تحریر میں جو کچھ مذکور ہے وہ طویل وعریض بیانات نہیں ہیں، نہ کثیر التعداد علماء کی رایوں کا استقصاء اور موازنہ کیا گیا ہے اور نہ کتابوں کے حوالے درج ہیں؛ کیونکہ ان مباحث کے لئے ہم نے خود ایک ایسی مبسوط اور مستقل تصنیف کا ارادہ کر رکھا ہے کہ جس کو ہماری اس تحریر سے وہی نسبت ہوگی جو کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تقریر دل پذیر کو، حجۃ الاسلام کو

اس تحریر میں جو کچھ خیال ہے وہ صرف اتنا ہی ہے کہ اصول اسلام کی تشریح میں بعض کارآمد اور مفید عام مضامین نہایت ایجاز کے ساتھ لکھ دیئے جائیں جن سے ایک طرف تو ہمارے مذہبی خیالات کا اندازہ ہو جائیگا، اور دوسری طرف اس مفصل کتاب کی نوعیت مضامین سے واقف ہونے اور طرز تحریر کے پرکھنے کا بھی مشتاقوں کیواسطے یہ تحریر ایک نمونہ بن جائے گی۔

بلاشبہ اس قدر وسیع عنوان ''اسلام'' کو ان چند اوراق میں کھپا دینا دریا کو کوزہ میں بند کرنے سے ہرگز کم نہیں ہے، مگر اسلام کے تعجب انگیز اعجازوں میں سے یہ بھی ایک ہے جس پر ڈاکٹر کستاؤلی بان وغیر محققین یورپ نے بھی حیرت ظاہر کی ہے کہ اسلام جس طرح طویل ہے، اسی قدر مختصر بھی ہے اور جتنا دشوار ہے، اتنا ہی آسان بھی ہے اور جیسا کہ اس سے ایک حکیم اور ارسطوئے وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے، ایسے ہی ایک عام آدمی اور افریقہ کا ایک وحشی بھی اپنا کام نکال سکتا ہے، اسلام کے برگ وبار اگرچہ بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں، مگر ان سب کی جڑ صرف ایک کلمہ ''لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ'' ہے، ان ہی دو جملوں میں تمام اسلامی معتقدات کا خلاصہ اور لب لباب نکل آتا ہے اور یہی کلمہ شریعت اسلام کا جوہر، ایمان کی روح، راستی کا نشان، ہدایت کی زندہ تصویر اور علوم حقائق کا سرچشمہ ہے، اسی کلمہ سے دائمی راحت حاصل ہوتی ہے، اسی سے روحی مسرت اور حقیقی آرام ملتا ہے، اسی کی بدولت مسلمان ''خیر الامم'' کے لقب سے سرفراز کئے گئے ہیں، اور اسی کے چھوڑنے سے آج ان کو قعر مذلت میں گرا دیا گیا، لیکن جب کہ یہ کلمہ اہل اسلام کے نزدیک ایسی نعمت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ تصور کرلیا گیا، تو نہایت ضروری ہے کہ اسلام پر مضمون لکھنے والا اول اسے کسی حقیقت کے واضح کرنے میں اپنا وقت صرف کرے اور جب تک اس کی کامل تحقیق سے فارغ نہ ہو جائے اسی کو مطمح نظر بنائے رکھے۔

(بشکریہ ماہنامہ ''الصیانۃ'' لاہور مارچ ۲۰۰۰ء)

❀❀❀

احساس ذمہ داری

موجودہ دور میں علماء کرام اور ائمہ کی ذمہ داری

یہ تقریر داعی الی اللہ حضرت مولانا سید بلال عبدالحیٔ حسنی ندوی مدظلہ العالی کی ہے جو ۲۰؍مارچ ۲۰۱۴ء کو ''مدرسۃ الفلاح'' شہر اندور میں کی گئی تھی، جہاں پر مختلف مدارس کے علماء کرام اور ائمہ حضرات موجود تھے، افادۂ عام کی خاطر قارئین کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔(ادارہ)

آج سب سے بڑی کوتاھی ھماری ھے:

آج جب ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ سب سے بڑا قصور ہمارا ہے، سب سے بڑی کمی ہماری ہے، اس وقت دنیا میں جو کچھ بگاڑ ہے، اس بگاڑ کے پیچھے اگر آپ دیکھنا اور جھانکنا چاہیں اور ان کے اسباب کا جائزہ لینا چاہیں تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ اس میں سب سے بڑی کوتاہی علماء کرام کی ہے، خواہ ہم کسی پر بھی الزام رکھیں، ہم کسی جماعت کو موردالزام ٹھہرائیں، کسی ادارے کو طعنہ دیں، یا کسی افراد پر الزام لگائیں، یہ محض الزام تراشی ہے، سب کمی ہماری ہے، ہم اپنی کمی کو نہیں دیکھتے، ہم اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے، اس لئے سدھار نہیں آرہا ہے۔

علماء کرام عوام الناس کے دل ھیں:

حقیقت یہ ہے کہ اس میں سب سے بڑا قصور ہمارا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے علماء کے اوپر یہ ذمہ داری رکھی ہے، کیونکہ یہ امت کے خاص کہلاتے ہیں، چونکہ عوام ایک جسم کی مانند ہے اور علماء دل کے مانند ہیں، اس لئے اگر غور سے دیکھا جائے تو علماء کی حیثیت دل کی ہے، دل کی جو حالت اور کیفیت ہوتی ہے، وہی حالت اور کیفیت علماء کرام کی ہوتی ہے، کیونکہ دل کا اثر پورے جسم پر پڑتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات حدیث میں بیان فرمائی ہے: ''اَلَا إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ'' کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب اس کی اصلاح ہوجاتی ہے تو پورے جسم کی اصلاح ہوجاتی ہے، اور جب اس کے اندر بگاڑ پیدا ہوتا ہے، اس کی اندر خرابی پیدا ہوتی ہے، تو پورے جسم کے اندر خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔

علماء کرام نبی کے وارث ھیں:

یہ علماء جو امت کے دل کی حیثیت رکھتے ہیں، جو خواص کہلاتے ہیں، یہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، آج جو مدرسوں سے فارغ ہونے والے علماء کرام ہیں، جن کو سند دی جاتی ہے، ان کو علماء سمجھا جاتا ہے اور وہ بھی اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہیں؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آج بڑی تعداد فارغ ہونے والوں کی ایسی ہے کہ ان کو عالم کہنا مشکل ہے، سند کے اعتبار سے یقیناً وہ عالم کہلاتے ہیں؛ لیکن جو علماء کی صفات ہوتی ہیں، جو علماء کا کردار ہوتا ہے، جو علماء کی ذمہ داری ہوتی ہے، ان چیزوں کا احساس آج کل کے علماء میں دیکھا جائے تو خال خال نظر آئیگا، علماء کی جماعت میں بہت کم ایسے افراد ہوتے ہیں جو ذمہ داری کو محسوس کرتے ہیں، یہ جملہ بڑی آسانی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں؛ لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کا مطلب یہ نہیں لیا کہ جن کو کوئی سند مل جائے، یا کسی ادارے کے فارغ ہوں، بلکہ علماء وہ ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالی قرآن مجید میں فرمایا: ''إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ'' جس کے اندر اللہ کا ڈر اور اس کی خشیت پیدا ہوجائے، اور خشیت ان بندوں میں ہوتی ہے جو حقیقت میں علماء ہوتے ہیں، علماء کا مطلب کیا ہے، جو

اللہ کی معرفت رکھتے ہیں، جو اللہ کا دھیان رکھتے ہیں، اور جو اللہ تبارک وتعالی سے ہمیشہ ڈرتے اور لرزتے ہیں، جن کو متقین کہا گیا اور متقین کے بارے میں ہمارے علماء نے بڑی اچھی تعبیر اختیار کی ہے کہ جو دھیان کی زندگی گزارتے ہیں، جو ہمیشہ سوچ کر زندگی گزارتے ہیں کہ کوئی بھی کام اللہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو، اگر کوئی کام کر رہا ہے تو اس وقت یہ دھیان رہے کہ کوئی دیکھے نہ دیکھے مگر اللہ دیکھ رہا ہے، گویا کہ اس کو اللہ کا استحضار رہے، حقیقت میں یہی لوگ علماء کہلانے کے مستحق ہیں۔

جب تک معرفت معلوم نہ ہو بیکار ہے:

یاد رکھئے! جب تک کسی کی پہچان نہ ہو، معرفت نہ ہو، آدمی اس سے نہ تو فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے، حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددیؒ جو شہر بھوپال کے رہنے والے تھے، انہوں نے بڑی دلچسپ حکایت لکھی ہے، جس سے بات کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ ایک مرتبہ غالباً میر عثمان علی خان کا قصہ ہے کہ ان کا معمول تھا کہ وہ بھیس بدل کر اپنی رعایاں کا حال معلوم کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ نکلے، ایک تانگے والا کھڑا تھا، انہوں نے اس سے کہا کہ میں فلاں محلے جانا چاہتا ہوں، بھیس بدل کر آئے تھے، کسی نے ان کو پہچانا نہیں، تانگہ والا بھی ان کو پہچان نہ سکا کہ کون صاحب ہیں، بات طے ہوگئی، پیسے طے ہوگئے، وہ تانگے پر بیٹھ گئے اور جو مقصد ان کو پیش نظر تھا، بیٹھنے کے بعد ہی انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور اس سے پوچھا کہ بتاؤ! آج کل حکومت کا حال کیا ہے؟ اللہ کا وہ بندہ پہلے ہی سے جلا بھنا تھا، اس نے خوب کڑوی کسیلی سنائی جو کچھ کہہ سکتا تھا سب کچھ کہا دیا کہ وہ تو آرام سے بیٹھا ہے، عیش کے ساتھ مزے کر رہا ہے، رعایاں کا کیا حال ہے، لوگ کس حال میں ہیں، اس کو کچھ پتہ نہیں، اس نے خوب اچھی طرح سنائیں اور جب وہ اترے اور اترنے کے بعد پیسے دینے کی نوبت آئی تو اندھیرا تھا جو پیسے دینے تھے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کتنے کا سکہ ہے تو وہ بیڑی پیتا تھا، اس نے ماچس جلائی تو جب اس نے ماچس چہرے کے قریب جلائی ان کو دیکھا اچانک سمجھ میں آگیا وہ ان کو پہچان گیا کہ یہی میر عثمان علی خان ہیں، جیسے ہی اس نے پہچانا بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

معرفت کے بعد سنبھل کر قدم رکھتا ہے:

جب تک معرفت نہیں ہوتی تب تک گالیاں تک دیدیتا ہے، ذرا بھی خیال نہیں کرتا کہ میں کس کے سامنے بیٹھا ہوں، کیا باتیں کہہ رہا ہوں؛ لیکن جب معرفت پیدا ہوتی ہے تو سنبھل سنبھل کر قدم رکھتا ہے، آدمی جب پہچان جاتا ہے اور حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے تو اسی اعتبار سے اس کی زندگی گزرتی ہے، اسی اعتبار سے وہ سوچ سوچ کر اپنا کام کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالی کی جب پہچان نصیب ہوتی ہے، اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو آدمی جو زندگی اپنی گزارتا ہے، وہ زندگی میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے، وہ سوچ سوچ کر کام کرتا ہے کہ کوئی کام ہمارا شریعت کے خلاف نہ ہو، اللہ تبارک وتعالی کو ناراض کرنے والا نہ ہو، عالم کی جو سب سے بڑی پہچان ہے وہ اللہ کی خشیت ہے، اللہ تبارک وتعالی کا دھیان ہے۔

عالم کو اللہ کی حقیقت کا علم ہوتا ہے:

اللہ تبارک وتعالی نے ایسے ہی لوگوں کو قرآن کریم میں عالم کہا ہے :"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ" کہ اللہ تبارک وتعالی سے اس کے وہ بندے ڈرتے ہیں جن کے اندر اللہ کی پہچان ہوتی ہے، جو علماء ہوتے ہیں، جو اللہ کی صفات کو جانتے ہیں، اسی لئے فرمایا:"قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوْ الْاَلْبَابِ" کہ آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ کسی چیز کی نافعیت کو بھی جانتے ہیں اور اس کے ضرر کو بھی جانتے ہیں، تو جو اس سے معاملہ کرے گا کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ایک چھوٹا سا بچہ ہے، آپ اس کو سونے کا ٹکڑا دیدیجئے، وہ بچہ اس سونے کے ٹکڑے کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا، میں عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ چھوٹا بچہ ہے اور کوئی دوسرا بچہ بھی اس کے ساتھ ہے تو شاید وہ کہے گا، جاؤ بلہ لے آؤ، ہم گیند بلہ کھیلیں گے، سونے کے ڈلہ کی قیمت ایک گیند کے سوا کچھ نہیں، جانتا ہی نہیں کہ اس کے قیمت

کیا ہے، تو وہ گیند سمجھ کر اس سے گیند بلہ کھیلے گا، اسی طرح اگر آپ نے کسی بچے کو کوئی لاکھ روپے کے کاغذ کا چیک دیدیجئے تو ہوسکتا ہے کہ وہ بیچارہ نہیں جانتا تو وہ کیا کرے گا، اگر بارش کا زمانہ ہے تو وہ اس کی ناؤ بنا کر پانی میں تیرائے گا اس کی قیمت یہی ہے کہ وہ ناؤ بنا کر اس کو پانی میں تیرائے۔

جب حقیقت معلوم نہیں ہوتی تو نقصان اٹھاتا ہے:

آدمی جب حقیقت کو جانتا ہے جب قیمت کو پہچانتا ہے تو اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، اس سے بہت کچھ حاصل کرتا ہے اور اگر آدمی قیمت نہیں جانتا یا یہ کہ نقصان سے واقف نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے نتیجہ میں بعض مرتبہ ایسا نقصان اٹھاتا ہے کہ وہ جانتا ہی نہیں، میں بچہ کی مثال دیتا ہوں کہ ایک چمکتا ہوا انگارہ اس کے سامنے آپ رکھ دیجئے تو اس کو انگارے کی چمک کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا، وہ سمجھے گا کہ یہ کوئی خوبصورت چیز ہے، اس کی طرف لپکتا ہے اس کو اٹھانا چاہتا ہے، اب اگر ماں باپ اسے پکڑیں اور قریب نہ جانے دیں تو وہ احتجاج کرتا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دیا جائے، تاکہ جا کر انگارے کو اٹھا لے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا اس کا نقصان کیا ہے، وہ انگارہ کیا کرے گا، اسے جلا کر خاک کردے گا، وہ اس سے واقف نہیں ہے اس لئے انگارے کی طرف لپکتا ہے، آدمی جب نفع کو جانتا ہے کسی نعمت کی حقیقت سے واقف ہوتا ہے تو اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اگر نہیں جانتا تو اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور اگر کسی چیز کے نقصان سے واقف نہیں ہوتا تو آدمی اس کا نقصان اٹھاتا ہے، اس کی چمک دمک سے، اس کی ظاہری حسن سے، اس کی ظاہری خوبصورتی سے ایسا فریب کھاتا ہے کہ بھول جاتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔

علماء کی بہت بڑی ذمہ داری ہے:

میرے بھائیو! یہ جو علماء حضرات ہیں ان کی جو ذمہ داری ہے، یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے، چونکہ اللہ نے کسی درجہ میں ان کو اپنی پہچان عطا فرمائی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے ان کو قرآن وحدیث کا جو علم عطا فرمایا ہے، یہ وہ علم ہے کہ جس کے نتیجہ میں آدمی خیر سے واقف ہوتا ہے، برائی سے واقف ہوتا ہے، دنیا کے جو اعمال ہیں ان اعمال کے نتائج سے واقف ہوتا ہے، حقائق سے واقف ہوتا ہے، ایسا شخص اپنی بھی رہنمائی کرتا ہے دوسروں کی بھی رہنمائی کرتا ہے، علماء حضرات کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے سماج میں جہاں علماء ہیں، جہاں مدارس ہیں، وہاں کے فارغین ہیں، آج ان کا جو اثر سماج پر ہونا چاہئے، ان کی زندگی سے جس طرح فائدہ پہنچنا چاہئے، آج وہ چیز نظر نہیں آرہی ہے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عالم کو جن صفات کے ساتھ متصف ہونا چاہئے، جن اخلاق کے ساتھ مزین ہونا چاہئے، جس طرح زندگی گزارنا چاہئے، آج ہمارے علماء میں، ہمارے ذمہ داروں میں، یہ چیز نظر نہیں آتی، اس کا نقصان یہ ہے کہ نہ مدارس میں وہ زندگی ہے اور نہ مکاتب میں وہ ذمہ داری کا احساس ہے، اسی طرح حضرات ائمہ میں جن میں اکثر علماء ہوتے ہیں، جو احساس ایک عالم کے اندر ہونا چاہئے، وہی احساس ایک امام کے اندر ہونا چاہئے، چونکہ ان کے پاس جو علم ہے، وہ علم حضرات انبیاء کرام کی وراثت ہے اور یہ وراثت بہت قیمتی ہے، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من أخذه أخذ بحظ وافر" جو بھی اس وراثت کو لے رہا ہے، اس کو چاہئے کہ وہ کوشش کرے کہ زیادہ سے زیادہ اس علم سے قوم کو فائدہ پہنچائے۔

دینی علم کے اندر کرنٹ ہوتا ہے:

میرے بھائیو! یہ علم صرف حروف کا علم نہیں ہے، یہ علم صرف کتابوں کا علم نہیں ہے، یہ علم صرف فنون کا علم نہیں ہے، ورنہ تو آپ جانتے ہیں کہ بڑے بڑے کالج اور بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہیں، جہاں تعلیم دی جاتی ہے، جہاں معلومات بتائی جاتی ہے، جہاں علوم سکھائے جاتے ہیں، جہاں فنون کی تعلیم دی جاتی ہے، یہاں یہ کافی نہیں ہے، یہاں ہمیں جو علم سکھایا جاتا ہے یہ علم اپنے اندر ایک ایمانی کرنٹ رکھتا ہے، یہ اپنے اندر ایک ایسی طاقت رکھتا ہے، جس طاقت کے نتیجہ

میں آپ سماج پر، معاشرے پر ایسا اثر ڈال سکتے ہیں، جو اثر بڑے سے بڑا علم رکھنے والا نہیں ڈال سکتا، اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو جو علم دیا ہے یہ کرنٹ رکھتا ہے، یہ کرنٹ کیا ہے ایک ایمانی طاقت ہے، یہ ایمانی طاقت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے، جب اس کا رشتہ اللہ سے استوار کیا جائے، اللہ تبارک وتعالی سے تعلق مضبوط کیا جائے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کو جس طرح صحابہ تک منتقل کیا اور صحابہ نے حضرات تابعین تک منتقل کیا، یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا، اس سلسلہ کو اپنے آپ سے وابستہ کیا جائے اور میں عرض کرتا ہوں کہ کتاب اللہ، اللہ کی کتاب ہے، جو اللہ تبارک وتعالی اپنے نبی محمد پر نازل فرمائی، یہ ''کتاب'' اللہ نے اپنے نبی پر اتاری اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کی تعلیم صحابہ کو دی، وہ اس انداز سے دی کہ صرف حروف منتقل نہیں ہوئے؛ بلکہ اس کے معانی بھی منتقل ہوئے، اسی لئے حضرات صحابہ یہ بات فرماتے تھے ہم قرآن مجید اس طرح پڑھتے ہیں، جس طرح تم نہیں پڑھتے ہو، ہمیں ایک ایک سورت کو پڑھنے میں بعض مرتبہ سالوں لگ جاتے تھے اور یہ عملی تربیت تھی اور عملی تعلیم بھی، قرآن مجید کی یہ عملی تعلیم صرف چند دنوں میں نہیں ہوتی تھی، چند سالوں میں نہیں ہوتی تھی، بلکہ پوری زندگی اس پر چلنا پڑتا تھا، آپ دیکھئے غزوۂ تبوک کے موقع پر جب اللہ کے رسول تشریف لے گئے، صحابہ کی پوری جماعت آپ کے ساتھ تھی، یہ پورا راستہ کس کس طرح گزرا اور کس طرح آپ نے صحابہ کی تربیت کی اور قرآن مجید کی تعلیمات کو صحابہ تک منتقل کیا، یہ جو سلسلہ تھا کتاب اللہ کی تعلیم کا جو اللہ نے اپنے سب سے برگزیدہ بندہ پر نازل فرمائی اور آپؐ سے وہ کتاب صحابہ تک پہنچی اور پھر وہ سلسلہ چلا، تو جس طرح کتاب اللہ کی تعلیم ضروری ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ یہ تعلیم ایسے لوگوں سے لی جائے جن کی نسبت اللہ نے قرآن مجید میں ''رجال اللہ'' فرمایا، جب کتاب اللہ کی تعلیم رجال اللہ سے لی جائے گی تو پھر اس کی روح منتقل ہوگی، اس کا وہ ایمانی کرنٹ منتقل ہوگا، جس کی آج سب سے زیادہ کمی ہے۔

آج ایمانی کرنٹ کی ضرورت ہے:

آج ہمارے پاس دیکھا جائے تو اسباب کی کمی نہیں ہے، بلکہ طرح طرح کی اعلی سے اعلی چیزیں موجود ہیں؛ لیکن ان اسباب سے کس طرح فائدہ اٹھانا چاہئے، ان اسباب میں کس طرح طاقت پیدا ہو، کس طرح روح پیدا ہو، آج سب سے زیادہ کمی اسی چیز کی ہے، آپ اعلی سے اعلی قسم کا بلب لگا لیجئے، اعلی سے اعلی الیکٹرانک سامان جس سے آپ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، لگا لیجئے، لائن بھی دوڑا دیجئے، تار دوڑا دیجئے؛ لیکن اگر کرنٹ نہیں ہے، تو یہ ساری چیزیں بالکل بے سود ہیں، اس سے کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں ہے؛ لیکن اگر کرنٹ آرہا ہے تو زیرو بلب بھی کام کرتا ہے، اگر کرنٹ نہیں تو ساری چیزیں فیل ہوتی ہیں، آج سب سے بڑی ضرورت اسی کی ہے کہ اپنے اندر ایمانی کرنٹ پیدا کریں، اگر ایمانی کرنٹ پیدا ہوگا تو ساری چیزیں روشن نظر آئیں گی، اس لئے آج کے اس دور میں ایمانی کرنٹ پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔

ایمانی کرنٹ کہاں پیدا ہوتا ہے؟:

اب سوال یہ ہے کہ ایمانی کرنٹ کیسے پیدا ہوگا، ایمانی کرنٹ پیدا کرنے کے لئے کیا چیز اختیار کرنی پڑے گی، تو اس کی خاطر سب سے پہلے بزرگوں کی صحبت کا ہونا ضروری ہے، اور ایسے ایسے حضرات کے صحبت میں جن کو اللہ تعالی نے کسی بھی درجہ کا وہ کرنٹ دیا ہو، اس کے نتیجہ میں پھر اللہ وہ صفات پیدا کرتا ہے کہ وہ آدمی اگر ان صفات کے ساتھ کہیں بھی چلا جائے تو ایک انقلاب برپا کرتا ہے اور اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ جن حضرات نے ملکوں میں انقلاب برپا کیا، علاقوں میں انقلاب برپا کیا، آپ کو ان کی زندگی میں کتاب اللہ کا عکس نظر آئے گی، اللہ کے رسولؐ کی مبارک زندگی کا عکس نظر آئے گا۔

محمد بن قاسم جیسا ایمانی کرنٹ پیدا کرو!:

آج جو بڑے بڑے مشائخ ہیں، جو مجاہدین ہیں، اور بڑے بڑے

علماء اور ائمہ ہیں، میں ان کی مثال نہیں دیتا؛ بلکہ اگر آپ کے سامنے ایک فاتح کی مثال رکھوں تو تنہا وہ مثال آپ کے لئے کافی ہے، محمد بن قاسم جس کو ایک فاتح سمجھا جاتا ہے، جو ہندوستان آیا اور اس نے سندھ میں آکر وہ علاقہ فتح کیا؛ لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندہ کو جو صفات دی تھیں وہ تابعین کی صحبت کے نتیجہ میں اور بڑے بڑے مشائخ اور ائمہ کی صحبت کے نتیجہ میں، محمد بن قاسم جب اس ملک میں آیا اور اس کو فتح کیا، اس کے بعد ایک وہ وقت آیا کہ اس کو یہاں سے جانا پڑا، اس کی ایک تاریخ ہے بلکہ کہا جائے کہ اسلامی تاریخ کی پیشانی پر ایک داغ ہے، تو یہ بات شاید غلط نہیں ہوگی۔

محمدبن قاسم نے اخلاق اورانسانیت کا درس دیا:

آپ سے جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ یہاں کے جو برادران وطن ہندو تھے، انہوں نے محمد بن قاسم کے اخلاق کی بلندی کا، انسانیت کی بلندی کا اور اس کی ہمدردی کا مشاہدہ کیا، تو ان کا حال یہ ہوا کہ وہ لوگ اس وقت رونے لگے اور اس کے قدموں پر آکر گر گئے اور کہنے لگے کہ آپ یہاں سے مت جایئے، آپ کے آنے کے بعد ہمیں صحیح زندگی گزارنے کا مزہ آیا، ہم کو معلوم ہوا کہ انسان کسے کہتے ہیں، اب تک واقعہ یہ تھا کہ ہم جانوروں جیسی زندگی گزار رہے تھے، ہم کو معلوم نہیں تھا کہ انسانیت کیا چیز ہے، اخلاق کیا ہیں، ہمدردی کیا ہے، درد کیا ہے، محبت کیا ہے، آپ کے آنے سے یہ ساری چیزیں ہمیں معلوم ہوئیں، ہمارے دل کی دنیا بدل گئی، آپ یہاں سے نہ جایئے؛ لیکن ظاہر ہے کہ وہ اللہ کا بندہ، اللہ کا فرمانبردار تھا، امیر المومنین جو کہ اس وقت خلیفہ تھا اس نے بلایا اس لئے ان کو جانا پڑا۔

آج معاملہ اس کے برعکس ہوگیاهے:

اس کے برخلاف آج ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں، اپنے حالات کو دیکھیں، ایک عالم فارغ ہونے کے بعد کسی بستی میں جاتا ہے، کسی علاقہ میں جاتا ہے، اس کے بعد آپ دیکھئے حالت کیا ہوتی ہے، میں بڑے درد کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ بہت سے علاقوں میں گیا، مجھے معلوم ہوا کہ وہ علماء جو فارغ ہو کر وہاں پر آئے، بجائے اس کے کہ ان کے اندر ایک زندگی پیدا ہوتی، ایمانی روح پیدا ہوتی، حالات کے اندر تبدیلی پیدا ہوتی، لوگوں کے اندر اتحاد پیدا ہوتا، لوگوں کے اندر ایک ایمانی سوچ پیدا ہوتی، معاملہ اس کے برعکس نظر آنے لگا، وجہ اس کی کیا ہے؟ آج ہمیں اپنے اندر جو صفات پیدا کرنے کی ضرورت تھی اور یہ جو کتاب وسنت کی تعلیم ہمیں دی جاتی ہے، یہ الفاظ کی تعلیم نہیں ہے، یہ تو ایک ایمانی کرنٹ ہے جو ہمارے اندر منتقل کیا جاتا ہے؛ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم کبھی اس کی فکر نہیں کرتے کہ اس کرنٹ کو ہم کس طرح منتقل کریں۔

همارے اندر تواضع وانکساری نهیں هے:

یاد رکھئے! چراغ سے چراغ جلتا ہے، جب آپ کے اندر وہ تیل ہے، وہ بتی موجود ہے پھر آخر ہمارا چراغ کیوں نہیں جلتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دوسرے چراغ کے پاس نہیں جانا چاہتے، جب تک دوسرے چراغ کے پاس نہیں جائیں گے تب تک ہمارا چراغ نہیں جلے گا، اس لئے آپ چراغ جلانا چاہتے ہیں تو چراغ جل رہا ہے، آپ اس کے قریب جایئے اور چراغ کو اس کے قریب کر دیجئے اور تھوڑا سا جھک کر اور اس چراغ کو جھکا کر آپ اس کی لو کے قریب کر دیجئے وہ چراغ روشن ہو جائیگا، جب تک ہمارے اندر تواضع وانکساری نہیں آئے گی، تب تک چراغ نہیں جلے گا، چاہے ہم کتنی ہی کوشش کرلیں، آج افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے جو علماء ہیں ہم سب کا حال یہ ہے کہ اپنی اپنی جگہ مست ہیں، ہم مطمئن اور خوش ہیں کہ ہم شاید بڑے کام کر رہے ہیں اور عجیب وغریب نظام یہ بن گیا ہے کہ ہر کام کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا کام سب سے بڑا ہے، ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس سے آگے اور کوئی کام نہیں اور ہماری بات سب کو ماننی چاہئے، ہماری رائے کا سب کو احترام کرنا چاہئے، حالانکہ ایمان کی شان یہ تھی ہم اپنے آپ کو جھکا کر، اپنے آپ کو مٹا کر یہ کوشش کرتے کہ اصل کتاب وسنت ہے، جو ہمیں تعلیم دی گئی جو ہمیں بتایا گیا اور جس طرح صحابہ کرام کے مزاج

کو ڈھالا گیا، ہم اس مزاج کو اختیار کرتے اور اس کی مثالیں ہمارے سامنے ایک دو نہیں ہیں بلکہ سیکڑوں مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

ھمیں اصحاب بدر کی صفات اپنانی پڑے گی:

آپ غزوۂ بدر کو دیکھئے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور پھر ہم علماء ہیں، اللہ تبارک وتعالی ہماری ہر طرح کی مدد فرمائے گا اور جس طرح اصحاب بدر کی مدد ہوئی تھی، شاید ہماری بھی اسی طرح مدد کی جائے گی، اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اصحاب بدر کی صفات کیا تھیں، وہ جب مدینہ طیبہ سے چلے تھے تو کسمپرسی کے عالم میں اور اس نیت سے نہیں چلے تھے کہ ان کا مقابلہ کسی لشکر سے ہے، وہ تو ایک معمولی تحفظ کے لئے چلے تھے، لیکن جب اس کے بعد اللہ کے رسول نے اللہ کے حکم سے یہ فرمایا کہ مقابلے کیلئے آگے جانا ہے، صحابہ موجود تھے، آپؐ نے صورتحال بتائی، اس کے بعد آپ نے صحابہ کو دیکھا سب نے رضامندی کا اظہار کیا؛ لیکن آپؐ حضرات انصار سے مخاطب تھے، اس لئے کہ انصار صحابہ سے آپ کا جو معاہدہ ہوا تھا وہ یہ تھا کہ ہم مدینہ طیبہ میں رہ کر آپ کی حفاظت کریں گے اور یہ معاملہ ایسا تھا کہ مدینہ طیبہ سے نکلنا تھا، اس لئے آپؐ بار بار صحابہ کی طرف نگاہ فرماتے تھے، حضرت مقدادؓ بات سمجھ گئے، انہوں نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ کا روئے سخن شاید ہماری طرف ہے، آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ چلیں تو ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو کام حضرت موسی علیہ السلام کی قوم نے کیا کہ انہوں نے کہا جائیے اور آپ دونوں لڑیئے، جب فتح ہو جائے گی ہم بھی آجائیں گے، بلکہ حضرات انصار کی جانب سے حضرت مقداد نے جواب دیا کہ ہم تو آپ کے ساتھ ہیں، آپ کے آگے، آپ کے پیچھے، آپ کے دائیں اور آپ کے بائیں چلیں گے، اگر آپ فرمائیں گے کہ سمندر میں کود جاؤ، تو ہم سمندر میں کود جائیں گے، صحابہ کرام نے جب یہ بات کہی تو آپ کا چہرہ انور دمکنے لگا، صحابہ کرام اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر نکلے، ذرا غور کیجئے کہ معمولی تعداد تین سو تیرہ کا مقابلہ تھا ایک ہزار کے لشکر سے، لیکن اللہ کے رسولؐ کا فرمان تھا، اس فرمان کے مطابق نکلے، آخری درجہ میں اطاعت کا مظاہرہ انہوں نے کیا، اللہ تبارک وتعالی نے ان کو ایمان کی چھلنی میں ایسا چھانا کہ پھر اس کے بعد فیصلہ کر دیا گیا کہ جو بدر میں شریک ہوا ہے اللہ تبارک وتعالی نے اس کے سب اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا، وہ بخشا بخشایا ہے، اللہ نے اصحاب بدر کو یہ صفات دی تھیں، اس لئے اللہ نے فرشتوں کو اتارا اور فرشتوں نے اللہ تبارک وتعالی کے حکم سے مدد کی، ایک ہزار کے لشکر کو تین سو تیرہ کے مقابلہ میں شکست کھا کر جانا پڑا، تو اللہ نے ان کی جو نصرت کی وہ ان صفات کی وجہ سے کی، اگر وہ صفات پھر پیدا کی جائیں تو ضرور بالضرور نصرت ہوگی۔

میں تو خدا کے واسطے لڑرھاھوں:

ہمارے اندر جب تک وہ صفات پیدا نہیں ہوں گے، ہم کہیں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے، صحابہ کے اندر جو قربانی کا جذبہ تھا، جو اخلاص کا جذبہ تھا، اسی طرح اخلاص پیدا کرنیکی کوشش کی جائے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت عمرؓ نے عین میدان جنگ میں معزول کر دیا، واقعہ بڑا مشہور ہے دیکھئے ان کا جواب کیا تھا، کچھ لوگوں نے آکر کہا کہ آپ کو معزول کر دیا گیا ہے، حالانکہ جس جنگ میں خالد ہوتے تھے، تو اس میں فتح یقینی ہوتی تھی، کیونکہ اس وقت ایک رمز تھا کہ جہاں خالد ہیں وہ لشکر غالب ہو کر رہے گا، ایسے موقع پر حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا، آپ دیکھئے کیا حالت ہوئی ہوگی، کیسے خیالات گزرے ہوں گے، حضرت خالد کے پاس ایک صاحب گئے، انہوں نے جا کر کہا کہ بتائیے خالد اب کیا کرو گے، اب تم کس کے ساتھ رہوگے، انہوں نے بڑی عجیب وغریب بات فرمائی، انہوں نے فرمایا اگر میں عمر کیلئے لڑ رہا تھا تو شاید میں ہتھیار رکھ دیتا؛ لیکن میں جس اللہ کیلئے جس طرح لڑ رہا تھا اس اللہ کیلئے میں آج بھی اسی طرح لڑوں گا، اس لئے کہ میرا مقصد عمر کو راضی کرنا نہیں، میرا مقصد تو اللہ کو راضی کرنا ہے۔ (جاری)

جائزہ

اسلامی بینک کاری
فقہی لاعلمی-اور عملی مشکلات کے درمیان

یوسف عظیم صدیقی (شرعی ادارہ مصرف امارات اسلامی، دبئی)

معاصرین کے فتاوی اور اسلامی فکر کے مواد کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ غیر سودی نظام کی کم از کم فکر و تفکر کافی عرصے پہلے سے مفکرین اسلام اور فقہائے زمانہ نے شروع فرمادی تھی، چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ۱۹۱۷ء میں ہی شیئرز اور سودی سرمایہ کاری کے متعلق فتوے دیئے جو ان کی فقہی بصیرت کی واضح دلیل ہیں؛ لیکن غیر سودی بینک کاری بحیثیت ایک نظام کے ۱۹۷۵ء میں شروع ہوئی، امارات متحدہ کے شہر دبئی میں دنیا کا پہلا اسلامی تجارتی بینک قائم ہوا، جس کا نام ''دبئی اسلامک بینک'' ہے، اسی سال سعودی عرب میں دنیا کا پہلا ترقیاتی بینک قائم ہوا، جس کا نام ''اسلامک ڈیولپمینٹ بینک'' رکھا گیا، خدا تعالی کے فضل سے یہ دونوں بینک قائم ہیں اور مکمل نظام کا نفاذ ایک سیلاب کے مانند پھیلتا گیا، اور اب یہ دعوی بھی غلط نہ ہوگا کہ شاید ہی کوئی ملک ایسا باقی ہوگا جہاں اسلامی بینک نہ ہو، جن ممالک میں اسلامی بینک کاری رائج یا قائم نہیں ہوئی ہے یہ وہ ممالک ہیں جہاں مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل ہے، چنانچہ ایک علیحدہ نظام بینک کاری یا مستقل اداروں کا قیام ان ممالک کی مجمل معاشی نظام کے لئے کوئی زیادہ فائدہ مند نہ ہو۔

لیکن ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمانوں کی تعداد انڈونیشیا کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ ہے، وہاں ابھی تک اسلامی بینک کاری نہیں شروع ہوئی، گو اس کی وجہ ٹیکس اور بینک کاری کے قوانین اور لوائح عمل میں لاتعداد ترمیمات بھی بتائی جاتی ہیں؛ لیکن برطانیہ جیسے قدیم اور غیر اسلامی نظامِ بینک کاری میں ان ترمیمات کا نفاذ ہو چکا تو پھر ہندوستان میں کیوں نہیں؟۔

جہاں اسلامی بینک کاری کے معاشی پہلوؤں کا ذکر ہوتا ہے تو وہاں بعض مسلمان معاشی اور دینی شخصیات اس نظام کی حقانیت اور مکمل افادیت کا اس طرح ذکر کرتے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ اس نظام میں ساری مشکلات اور پریشانیوں کا حل طلسمانی ہے۔

لیکن درحقیقت یہ جذباتی دعوے کافی حد تک فقہی لاعلمی پر مبنی ہوتے ہیں، چنانچہ جب اسلامی بینک کاری کو شرعی اور صحیح یا بہتر بنایا جاتا ہے تو یہ ضروری ذکر کیا جاتا ہے کہ سودی نظام میں آمدنی متعین ہوتی ہے (Fixed) اس کے برعکس اسلامی بینک بحیثیت سرمایہ کار کوئی متعین آمدنی نہیں لیتا، یہ درحقیقت ایک فقہی لاعلمی پر مبنی غلط فہمی جس کی تصحیح کرنا مع دیگر غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ہمارا مقصود ہے۔

اسلامی بینک کی قانونی صلاحیات:

سب سے پہلے ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ سودی بینک جیسے (HDFCیاICICI) کی قانونی شناخت کیا ہوتی ہے، سودی بینک محض ایک مالیاتی ادارہ جس کا کام ہے اپنے گاہکوں سے پیسہ لینا، اس وعدہ پر کہ وہ ان کو اسی پیسہ پر ایک متعین آمدنی مدت کے اختتام پر دیدے گا، دوسری طرف سودی بینک یہ پیسے اپنے دوسرے گاہکوں کو سود پر دیتا ہے کہ وہ اس کو جو بھی قرض لیا ہے، وہ مدت کے اختتام پر مزید آمدنی کے ساتھ واپس کردیں گے، ظاہری بات ہے کہ سودی بینک کے دونوں معاملے (آمدنی بھی اور اخراجات بھی) سود پر مبنی

ہیں، جس میں ایک طرف سود لینا ہے تو دوسری طرف سود دینا ہے، دونوں طرف کے درمیان میں فرق کسی بھی سودی بینک کا منافع ہے۔

اب اصولی طور پر کوئی بھی مالیاتی ادارہ جو اسلامی شریعت کے مطابق کا کرنا چاہتا ہے تو وہ نہ تو سود پر پیسہ دے گا، نہ ہی سود پر پیسہ لے گا، ہندوستان میں قانونِ بینک کاری کی دفعہ ۸/ میں واضح طور پر عیاں کردیا گیا ہے کہ سودی بینک نہ ہی خرید و فروخت کرسکے گا نہ ہی کرایہ پر زمین دے گا، اگر اس کا مقصد ان معاملات سے منافع حاصل کرنا ہے، چنانچہ دوسرے ممالک میں اسلامی مالیاتی اداروں کو اس بند سے مستثنیٰ کردیا جاتا ہے اور اس کا لیسنس بھی ایک خاص قسم کا ہوتا ہے جس میں اسلامی بینک بحیثیت عام بینکوں کے گاہکوں سے پیسے لے گا اور دوسروں کو پیسے دے گا؛ لیکن اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خرید و فروخت و کرایہ داری کے معاملات میں بخوددداخل ہو، اسی طور سے اسلامی بینک کے پاس مکمل حق ہوتا ہے کہ وہ یا تو سرمایہ کاری اور مشارکت کا طریقہ اپنائے یا پھر چیزوں کی خرید و فروخت کرے۔

اسلامی بینک بحیثیت تاجر یا سود خور؟:

اسلامی بینک کے پاس جب کوئی گاہک گاڑی خریدنے آتا ہے تو اسلامی بینک بجائے پیسے دینے کے اس کی ضروریات کو مکمل طور پر سمجھتا ہے اس کے بعد شوروم سے براہِ راست گاڑی خریدتا ہے، اس کے گاہک کو ''مرابحۃ'' پر فروخت کرتا ہے، چنانچہ ''ٹاٹا'' کی گاڑی ایک لاکھ کی تھی، اسلامی بینک نے اس کو خرید کر گاہک کو ایک لاکھ پچیس ہزار پر مؤجل ادائیگی پر فروخت کردیا، گاہک گاڑی کی قیمت کی ادائیگی قسطوں میں بینک کو کرے گا، یہاں یہ خیال رہے کہ محض الفاظ کی پھیر بدل نہیں ہے، بلکہ شرعاً اور قانوناً ایک ''کلیۃً'' مختلف معاملہ ہے کیونکہ اگر اسلامی بینک نے جب گاڑی شوروم سے خریدی تو اس گاڑی کی مکمل ذمہ داری اور خطرہ اسلامی بینک کی طرف منتقل ہوگیا، اگر کسی وجہ سے خدانخواستہ عقد مرابحہ سے پہلے گاڑی برباد ہوجائے تو یہ اسلامی بینک کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے خسارہ کی بھرپائی کرے، اس نقطے کو قرآن مجید نے صدیوں پہلے اس آیت شریفہ ''وأحل اللّٰہ البیع وحرم الربا'' میں واضح کردیا۔

جب یہود نے سودخوری کو خرید و فروخت کے پاکیزہ معاملات کے مانند ٹھہرایا، چنانچہ جب اسلامی بینک بحیثیت ایک تاجر کے گاڑی فروخت کررہا ہے تو اس پر شرعاً واجب ہے کہ اس کی قیمت کو متعین کرے کیونکہ اس کے نہ متعین کرنے سے جھگڑے اور خلاف کا اندیشہ ہے، ہماری روزمرہ کی زندگی میں اگر دکاندار نے انڈے کی قیمت کا تعین نہیں کیا تو شرعاً تو دور کی بات ہے کوئی عقلاً بھی اس پر آمادہ نہ ہوگا۔

اسلامی بینک، سرمایہ کاری یا سودی گاھک؟:

اب اس کے برعکس جب اسلامی بینک پیسے لیتا ہے تو اس میں عام طور سے کسی بھی خرید و فروخت کا معاملہ نہیں ہوتا بلکہ یہاں اسلامی بینک شرعی مشارک کے کسی معروف معاملہ پر اعتماد کرتے ہوئے پیسہ لیتا ہے، چنانچہ یا تو پیسہ مضاربہ کے ذریعہ یا پھر مشارکہ کے ذریعہ لیا جاتا ہے، اس پیسے کو اسلامی بینک مختلف ذرائع میں استعمال کرتا ہے، یعنی اس کے ذریعہ گاڑی کی خرید بھی ہوتی ہے، اور اس کے ذریعہ گھر بھی خریدا جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ کاشت کاری کی بھی Financne ہوتی ہے، یہاں اسلامی مشارکہ کے اصول وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے منافع کی شرح ثابت نہیں ہوتی بلکہ جو حقیقتاً نفع حاصل ہوتا ہے اس کی تقسیم اسلامی بینک اور گاہک کے درمیان ہوجاتی ہے، گو اس بات کا تعیین ہوتا ہے کہ منافع کا کتنا حصہ اسلامی بینک کا ہے اور کتنا گاہک کا، لیکن کتنے رقم پر ہوگا، اس کی تعیین مدت کے اختتام پر معلوم ہوتی ہے۔

مرکزی بینک اور اسلامی بینک کا تعلق:

یہ غلط فہمی کافی علمی طبقوں میں رائج ہے کہ اسلامی بینک اپنا پیسہ مرکزی بینک (جو کہ ہندوستان میں RBI کے نام سے جانا جاتا ہے) میں رکھتا ہے، اور اس رقم پر اس کو سود ملتا ہے، یہ سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے، ایک ناجائز شبہ ہے، اسلامی بینک دیگر بینکوں کی طرح اپنے (Deposits) کا ایک حصہ مرکزی بینک میں ضرور رکھتا ہے لیکن اس کو اس پر سود نہیں

ملتا ہے اور اگر وہ اس کا قانونی طور پر حقدار ہو تو کوئی بھی اسلامی بینک اس کو نہیں لیتا۔

اسلامی بینک اور دیگر مالیاتی اداروں کا تعلق:

متعدد اسلامی معاشی تجربہ کار اس وقت ہندوستان میں فکر مند ہیں کہ جب اسلامی بینک کے پاس پیسے کم ہوتے ہیں یعنی جب اس کے پاس دینے کے لئے کم پیسے ہوا اور دیا ہوا پیسہ زیادہ ہو تو اسلامی بینک اپنی ضروریات عاجلہ کو دوسرے سودی اداروں سے کس طرح پوری کر سکے گا، چنانچہ اس حالت میں اسلامی بینک لامحالہ سود پر پیسہ لے گا اور دے گا، یہ بھی ایک غلط فہمی ہے، سب سے پہلے تو اس بات کا ادراک کرنا چاہئے کہ اسلامی بینک کسی بھی حالت میں غیر شرعی معاملات (جیسے سود، غرر، قمار) میں اپنی مرضی سے کبھی بھی نہیں داخل ہوتا ہے اور اس کے لئے امریکہ، لندن یا جاپان کی معاشی بہتری یا ابتری کا کوئی تعلق مقامی اسلامی یا سودی بینک سے ہرگز نہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکی نظام معیشت پوری دنیا پر اپنا اثر و رسوخ جما چکا ہے تو غیر مباشر طور پر بیرونی ممالک کے ادارے اسے متأثر ہوتے رہتے ہیں، چنانچہ اگر امریکہ میں مالی بحران سے پریشان اس کے باشندے بیرونی ممالک کا سفر نہ کریں تو تاج محل (آگرہ) میں ٹیکسی والے کو امریکی نظام معیشت کا تابعدار کہنا سراسر فکری و معاشی ناانصافی ہوگی۔

شریعہ بورڈ اور اندرونی شریعہ ڈپارٹمنٹ اس بات کی نگرانی بھی کرتے ہیں، جہاں تک سودی بینکوں سے تعلق کی بات ہے تو اسلامی بینک کو جب پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے تو Inter Bank Mony Market کے ذریعہ تورق کے ذریعہ پیسے حاصل کرتا ہے، تورق ایک معروف اور معتمد علیہ فقہی عقد ہے، جس کو مذاہب اربعہ کے فقہاء نے جائز قرار دیا ہے، چنانچہ تورق کسی اسلامی بینک کی ایجاد کردہ نہیں ہے، اس طور پر اسلامی بینک خرید و فروخت کے معاملے میں داخل ہوتا ہے اور مدت کے اختتام پر دوسرے بینک کو اصل مع نفع واپس کرتا ہے۔

اسلامی بینک اور ورلڈ بینک کا تعلق:

بعض حضرات جب اسلامی بینک کاری کے نظام کا تجزیہ کرتے ہیں تو اس کو بھی یہودی سازش (یا دجال کا فریب) اس طرح بتاتے ہیں کہ ہر ملک کا اسلامی اور سودی بینک بالآخر اپنا پیسہ اپنے ملک کے بینک میں رکھتا ہے اور وہ بینک پھر ٹوکیو یا لندن میں کسی ادارے میں رکھتا ہے اور بالآخر یہ سارا پیسہ نیویارک کے ایک بینک میں رکھا جاتا ہے، بعض حضرات نے اس مضحکہ خیز انکشاف کا نام بھی تجویز کر دیا اور کہا کہ نیویارک کی منظمہ کا نام ''ورلڈ بینک'' ہے، چنانچہ بنوری ٹاؤن سے صادر ہونے والے فتوی مسماۃ ''مروجہ اسلامی بینک کاری'' میں جناب محمد عبدالسلام چاٹگامی صاحب نے فرمایا:

''مروجہ اسلامی بینکنگ والے ورلڈ بینک اور اپنے مالک کے اسٹیٹ بینک کے سودی معاملات سے آزاد نہیں ہیں بلکہ ہر آنے والے قواعد و ضوابط و اصطلاحات کے تابع ہیں''۔

اس خلاصہ سے اسلامی بینک بھی یہودی سازش کا ایک حصہ ہوئے اور امریکی اور دیگر مغربی طاقتوں کے معاشی مددگار!، افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کی لاعلمی کے مظاہرے اور غلط فہمیوں پر مبنی فتوے ان حضرات سے صادر ہو رہے ہیں جو فقہ حنفی کے پیروکار ہیں، چنانچہ تاریخ میں آتا ہے کہ حضرت امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ نے جب خرید و فروخت کے احکام پر اپنی کتاب لکھنی شروع کی تو آپ نے سب سے پہلے بازار کا رخ کیا تاکہ عرف کا مکمل ادراک اور تجزیہ کیا جا سکے۔

اس میں شک نہیں کہ اوپر مذکور یہودی سازش کا منظّم مالی بہاؤ سراسر غلط ہے، ہر ملک کا اسلامی بینک ہو یا سودی بینک وہ اس ملک کے معاشی نظام کا جزء لاینفک ہوتا ہے، جیسے تاجران اور دیگر صنعتی ادارے ہوتے ہیں، جب پورے ملک کے معاشی حالات خرابی اور ابتری کی طرف بڑھتے ہیں تو بینک اس لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

کیا اسلامی بینک کسانوں کا مسیحا؟:

جب اسلامی بینک کے پرجوش حامی اس کی مدافعت اور نصرت

میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے ہیں تو اس میں یہ بھی ضرور کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے کسانوں کی موتیں ہندوستان میں ختم ہو جائیں گی۔

ہندوستان میں اکثر و بیشتر غریب کسان زراعتی سودی بینکوں سے قرضہ لیتے ہیں اور اپنی آنے والی فصل یا زمین کو رہن پر رکھتے ہیں، جب فصل سے آنے والے پیسے سے قرضہ کی ادائیگی نہیں ہو پاتی تو بالآخر یہ کسان خودکشی کر لیتے ہیں، یہ یقیناً سود کی نحوست و وبال کی کھلی دلیل ہے، لیکن ہندوستان میں یہ حسن ظن عام ہے کہ اسلامی بینک بحیثیت سرمایہ کار کسی بھی کسان کے ساتھ پیسہ لگائے گا اور نفع ونقصان کو شرعی طریقے پر تقسیم کرنے کو تیار ہوگا۔

یہ خوش فہمی یقیناً لاعلمی پر قائم ہے چنانچہ دنیا بھر میں اسلامی بینک صرف سوڈان میں مزارعت اور مساقات جیسے مالی اور کاشتکاری معاملات میں داخل ہوتے ہیں، اس کی وجہ ہے کہ کاشتکاری میں نقصان وہلاکت کے متعدد اسباب وامکانات ہوتے ہیں، مزید اس کے یہ بھی توقع ہوتی ہے کہ کہیں کاشتکار یا کسان اپنے مرہون جانور کو کسی اور کے ہاتھ فروخت نہ کر ڈالے، چنانچہ کسی شرعی عقد ہونا اس بات کو اسلامی بینک پر لازم نہیں کرتا کہ وہ اس عقد کا بلا تردد استعمال کرے، بلکہ اسلامی بینک کو ایک ذمہ دار سرمایہ کار کی حیثیت سے اپنے گاہک کے نفع ونقصان کی بھی فکر کرنی چاہئے، اس وجہ سے یہ ضروری نہیں کہ اسلامی بینک کاری کے آتے ہی کسان سودی قرضے کے بجائے مزارعت ومساقت پر پیسے حاصل کر لیں گے، بلکہ ممکن ہے کہ اسلامی بینک ان حالات میں بھی مرابحہ اور اجارہ جیسے محکم عقود خرید وفروخت سے اپنی مبتغی حاصل کرے۔

عملی مشکلات:

اب ان فقہی لاعلمیوں اور معصوم خوش فہمیوں کے بعد اس بات کا تذکرہ کرنا بھی مناسب ہے کہ اسلامی نظام بینک کاری میں متعدد علمی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس سے مراد ان علماء کرام کو آگاہ کرنا ہے جو ان مشکلات کا مناسب فقہی حل تلاش کر سکیں۔

شریعہ بورڈ کے افراد پر انحصار:

کسی بھی مرکزی بینک کے لوائحہ عمل کی رو سے کسی بھی اسلامی بینک میں مستقل طور پر ایک شریعہ بورڈ ہونا چاہئے جس میں چیدہ چیدہ اور معروف فقہائے زمانہ کا انتخاب ہوتا ہے، گو اس بورڈ کی تعیین بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹر کرتے ہیں، لیکن شریعہ بورڈ کو مکمل صلاحیات حاصل ہوتی ہیں کہ کسی بھی معاملہ کو شرعی طور سے روک ٹوک لگا سکیں، چنانچہ اگر بینک کا ایجاد کردہ خدمات سے اپنے شریعہ بورڈ کی موافقت کے بغیر پیش ہوئی تو شریعہ بورڈ کو حق ہے کہ اس کی تعطیل وتوقیف میں اپنی رائے کو بینک کے ادارہ پر لازم کریں۔

اس میں شک نہیں کہ ان علماء گرامی جن میں شیخ مصطفیٰ الزرقا مرحوم، مفتی محمد تقی عثمانی، شیخ عبدالستار ابوغدہ، شیخ نظام یعقوبی، شیخ نزیہ حماد، شیخ علی القری، شیخ عبداللہ المنیع جیسے چیدہ چیدہ اور فقہ معاملات کے نابغہ روزگار نے اسلامی بینک کاری کی شرعی ارتقاء میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تقریباً ۲۰/۲۵ علماء اور فقہاء لگ بھگ پوری دنیا کی اسلامی مالیاتی اداروں کی شرعی نگرانی فرما رہے ہیں، اس میں شک نہیں کہ کثرت اسفار اور مسلسل مشاغل نے بھی ان حضرات کو اپنی دینی فرضیت کی ادائیگی سے نہیں روکا۔

لیکن اس میں ایک عملی اشکال درپیش ہے اور وہ یہ ہے کہ ان اصحاب صنعت کی کمی سے اسلامی مالیاتی اداروں کی مکمل سپردگی اور شرعی نگہبانی نہیں ہو پا رہی ہے، اس میں شک نہیں کہ ان حضرات گرامی کی علمی وفقہی بصیرت اور ۳۰ سالہ عملی تجربہ کی وجہ سے کوئی بھی نئے اسلامی بینک کو ان میں سے کسی ایک کو لینے پر مجبور کر دیتا ہے؛ لیکن بعض حضرات ۴۰ ربینکوں کے شریعہ بورڈ میں بھی پائے جاتے ہیں، بعض معارضین نے ان علماء کرام پر الزام تراشی کا بازار گرم کیا اور بیجا الزامات سے انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ عام قارئین کو ورغلایا؛ لیکن حقیقت ہے کہ ان حضرات گرامی نے اپنے وقت کی ایک دینی فرضیت کی ادائیگی کا عمل انجام دیا۔

ضرورت اس وقت ہندوستان میں ایسے فقہاء کی تیاری کی ہے جو

فقہ بینک کاری کے علمبردار بن سکے، چنانچہ فقہ المعاملات کو بھی اتنا اہتمام دیا جانا چاہئے جتنا کتاب النکاح والطلاق کو دیا جارہا ہے۔

اس ضمن میں حضرت قاضی مجاہدالاسلام قاسمی صاحب نوراللہ مرقدہ اوران کے خلف الرشید حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی مدظلہ کی خدمات اور علمی کاوشوں کو مزید تحقیق وجستجو کے ساتھ بغور مطالعہ کیا جائے، مزید مولانا علی احمدندوی صاحب مدظلہ کی معرکۃ الاراء کتاب ''جمہرۃ القواعدالفقہیہ'' اپنے فن میں ایک انوکھی کتاب ہے۔

مضاربہ اکاؤنٹ پر منافع:

جب کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اسلامی بینک گاہکوں سے پیسہ مضاربہ ومشارکہ کے طور پر لیتاہے، اوراس کوشرعی ذرائع میں استعمال کرتا ہے، چنانچہ اسی ضمن میں ایک عملی اشکال درپیش ہے اوروہ ہے منافع کا حساب لگانا، قدیم زمانے میں مضاربہ جس طرز پر نافذ کیا جاتا تھاوہ جدید بینک کاری میں رائج مضاربہ سے مختلف ہے، چنانچہ فقہی مضاربہ میں رب المال (سرمایہ کار) مضارب کو پیسے دیتاہے، جواس پیسے کوشرعی طور سے استعمال میں لاتاہے، مدت کے اختتام پر منافع کی تقسیم ہوتی ہے، اس مدت کے دوران مضاربہ کا سرمایہ نہیں بدلتا، اس کے برعکس اسلامی بینکوں میں نافذ مضاربہ میں سرمایہ کار (یعنی گاہک) جب چاہے اپنا پیسہ نکال لیتاہے، جبکہ اس کا پیسہ مختلف مدتوں کیلئے دوسرے سرمایہ کاری کاموں میں لگا ہوتاہے، اس کیلئے حساب النمر کا طریقہ تجویز کیا گیا جس میں کسی قسم کی فقہی قباحت تونہیں تھی لیکن بسااوقات اس حساب سے گاہک کو نقصان کا سامنا کرنا پڑتاہے، چنانچہ اسلامی بینک اپنی بناوٹی مرضی کی بنا پرنقصان کی بھرپائی کرتاہے اپنی طرف سے، اوراب تک کوئی اسلامی بینک ہمارے علم میں نہیں ہے، جس نے نقصان کے ہوتے ہوئے گاہکوں کومتوقع نفع کی رقم نہیں دی ہو، اس کی ایک وجہ بازار میں بقاء (Survival) بتائی جاتی ہے، معلوم نہیں یہ بناوٹی مرضی کہیں فرضی تونہیں؟۔

صکوک اوراسلامی باؤنڈ:

دنیا بھر میں اگر تجارتی ادارے پیسے لینے چاہتے ہیں تومختلف ذرائع سے سرمایہ کاروں سے پیسہ حاصل کیا جاتا ہے، ان ذرائع میں ایک توشیئرز کا اصدار ہے اورایک ہے باونڈ کا اصدار، شیئرز میں مالکِ شیئرز کمپنی کا جزوئی مالک بن جاتا ہے، اوراس کے برعکس باؤنڈ میں سودی قرضے کی ادائیگی ایک مدت کے دوران قسطوارسود کے ذریعے ہوتی رہتی ہے۔

اسلامی بینک کاری میں باؤنڈ کانعم البدل صکوک کے ذریعہ پیش کیا گیا، جیسے اسلامی بینک سود کے بجائے خرید وفروخت کے معاملات میں داخل ہوتاہے، اسی طرح صکوک میں بھی کمپنی پیسہ اسلامی بینک سے سودی قرضے کی عوض میں نہیں بلکہ کسی شرعی معاملہ کے ذریعہ کرتی ہے، عام طور سے یہ عقود یا تو مضاربہ یا پھر مشارکہ یا پھراجارہ وغیرہ پر قائم ہوتے ہیں، جب تک کہ مکمل قیمت کی ادائیگی نہیں ہوجاتی، صکوک کے مالکان ان ماتحتی اصولوں کے شرعی مالک رہتے ہیں، جس کے عوض میں ان کوقسطواری کرایہ یا پھر قیمت ملتی رہتی ہے، صکوک کی بازار دنیا میں ایک ابرِ کرم کی طرح چھاگئی ہے؛ لیکن افسوس ہے کہ بعض شرعی اسکالرز نے اس میں فقہی جدت پسندی اختیار کی جومعروف بہ اصول وضوابط سے بالکلیہ انحراف تھا۔

چنانچہ ۲۰۰۷ء میں مدینہ منورہ میں حضرت مفتی محمدتقی عثمانی مدظلہ نے عالمی سطح کی مجلس شرعی میں اپناوقیع وعلمی پرچہ پیش کیا جن سے ان صکوک کی شرعی مخالفتیں عیاں ہوئیں، اس کے بعدان فقہی انحرافات کی تصحیح کسی حدتک ہوسکی جو یقیناً برصغیر کے مایہ ناز دارالعلوم کراچی کے تعلیم یافتہ ایک فقیہ اس کے ذمہ دار تھے۔

۲۰۰۹ء میں مالی بحران کے نتیجے میں بعض صکوک کی کمپنیوں نے جب مالی مشکلات کا تذکرہ کیا توصکوک کے مالکان اس بات سے مطمئن رہے کہ ان ماتحتی اصولوں کی ملکیت ان کے نام ہے لیکن جب ان قانونی دستاویز کا بغور مطالعہ کیا گیا تو شرعی فتووں میں اور اصلی صورت حال میں زمین آسمان کا فرق پایا گیا، چنانچہ ان میں سے بعضے صکوک کوبعض علمائے گرامی نے غیرشرعی قراردیا۔ (بقیہ اگلے صفحہ ۳۷ پر)

اعجازِ قرآنی

قرآن مجید کا حکایتی اسلوب

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون رابطہ ادب اسلامی کے سالانہ سہ روزہ ۳۵/ ویں اجلاس منعقدہ ۶/۷/۸/ نومبر ۲۰۱۵ء کو جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا (مہاراشٹر) کے لئے لکھا گیا تھا، قارئین کے فائدہ کیلئے شائع کیا جا رہا ہے۔

قرآن مجید اللہ کی عظیم کتاب ہے، جس کے ایک ایک حرف کے معنی کی وسعت کا اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے، قیامت تک کے مفکرین ومدبرین اپنے اپنے ذوق وعرفان اور اپنے وجدان وکیفیت اور اپنی غور وفکر کی صلاحیت کے مطابق اس کے معانی ومعارف کے سمجھنے میں محنت صرف کرتے رہیں گے اور علم کے اس بحر زخار میں غوطہ زنی کر کے نئے نئے مضامین، نئی نئی ایجادات، نئے نئے افکار ونظریات اور تجربات حاصل کرتے رہیں گے، قرآن کریم سے متعلق جس عنوان یا جس مضمون کو لے لیجئے، اس میں آپ تدبر وتفکر کیجئے، تو آپ کے سامنے قرآن کا اعجاز ابھر کر آئے گا، چاہے جس ناحیے سے، یا جس زاویئے سے آپ سوچئے خواہ اس کے اسلوب کو دیکھئے، اس کی حسن تعبیر کو دیکھئے، اس کی فصاحت وبلاغت کو دیکھئے، اس کے ادب کو دیکھئے، اس کے انداز بیان کو دیکھئے، کلام کی ہم آہنگی اور نغمگی کو دیکھئے، آپ کو ایک عجیب حلاوت ولذت اور چاشنی محسوس ہوگی۔

قرآن مجید کی جتنی اصناف ہیں، ان میں صرف حکایتی اسلوب ہی کو لے لیجئے، قرآن کریم کس خوبصورتی اور ایجاز وتفصیل سے واقعہ نگاری کرتا ہے، ادب میں واقعہ نگاری، قصہ گوئی، اور حکایتی اسلوب ایک خاص صنف ہے، یہ صنف قرآن مجید میں جس خوبصورتی اور موزونیت کے ساتھ پائی جاتی ہے، وہ دنیا کے کسی کلام اور دنیا کی کسی کتاب میں نہیں، اس کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ خالق کون ومکان سے زیادہ کس کا اسلوب اچھا اور عمدہ ہو سکتا ہے، اسلئے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں حکایتی اسلوب کا جو انداز وطریقہ اختیار کیا ہے، یہ مستقل قرآن کریم کا اعجاز ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کے قصے اور واقعات، ان کے متبعین کے حالات اور اقوام عالم عاد وثمود وغیرہ کے واقعات جس ایجاز واختصار وتفصیل کے ساتھ اپنے معجزانہ اسلوب میں بیان کئے ہیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں، یہ اسلوب ایسا ہے کہ اس سے بہتر اور اس سے اچھے انداز میں واقعہ نگاری ہو ہی نہیں سکتی، قرآن کریم کے حکایتی اسلوب میں جو واقعات وقصے بیان کئے گئے ہیں، وہ کہیں اجمال اور کہیں تفصیل سے عبرت وموعظت کا درس دے رہے ہیں، یہ واقعات خواہ انبیاء کی مقدس شخصیات اور ان کی پاکیزہ زندگیوں سے وابستہ ہوں یا ان کا تعلق ان اقوام وملل سے ہو، جن کی نافرمانی سرکشی، احکامات الٰہی سے روگردانی وانبیاء علیہم السلام کی اہانت وایذاء رسانی کی وجہ سے ان کے عبرتناک انجام کا ذریعہ بنیں اور دینی ودنیاوی دونوں جہاں کی رسوائی ان کا مقدر بن گئی، یہ تمام باتیں قرآن کریم بہت ہی خوش اسلوبی سے بیان کرتا ہے، جو براہ راست دل ودماغ کو اپیل کرتا ہے۔

قرآن کریم حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ کو، اسی طریقہ سے حضرت موسی علیہ السلام کے واقعہ کو کئی جگہ پر بیان کرتا ہے، کہیں مختصر بیان کرتا ہے، کہیں تفصیل سے بیان کرتا ہے، قرآن کریم میں سورۂ فیل کو دیکھ لیجئے کہ کس قدر اختصار کے ساتھ واقعہ کے اہم حصے کی کس طرح منظر کشی کی ہے، جس میں کلام کا اسلوب اور کلام کا اعجاز کس قدر معنی خیز ہے، آپ پڑھئے اور سر دھنئے: "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ، اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ، وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ، تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ، فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ"۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کیساتھ کیا کیا؟ کیا ان کا مکر ناکام نہیں کر دیا؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے،

جوان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے، پھر اللہ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنادیا،اسی طرح سے سورۂ عادیات کو دیکھئے کیا بلا کا انداز اور اسلوب ہے، کیسے عربوں کو متوجہ کیا اور پھر کیسے ان کو جھنجھوڑا:"وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً، فَالْمُورِيَاتِ قَدْحاً، فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاً، فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً، فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً، اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ، وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ، وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ، اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَافِي الْقُبُوْرِ، وَحُصِّلَ مَافِي الصُّدُوْرِ، اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيْرٌ"۔

ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم! پھر ان گھوڑوں کی قسم جو ٹاپ مار کر آگ نکالنے والے ہیں، پھر ان گھوڑوں کی قسم جو صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرنیوالے ہیں، پھر اس وقت غبار اڑانے والے ہیں، پھر وہ فوج میں گھس جاتے ہیں، بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے اور وہ خود اس پر مطلع ہے، اور وہ مال کی محبت میں البتہ بڑا سخت ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ جب اٹھایا جائے گا جو قبروں میں ہے، اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے، بے شک ان کا رب اس دن ان سے باخبر ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس میں عربوں کی جنگ وجدل اور میدان لڑائی کا جو شغل اور شوق وذوق رہا تھا، اس کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے، میدان جنگ میں گھوڑوں کی تیزی سے دوڑنے اور ان کے پیروں کی ٹاپوں سے چنگاریاں اڑنے اور ان کے منہ سے لعاب دہن بھر آنے کا تذکرہ کیا، پھر ان گھوڑوں کے تیزی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھسنے کا تذکرہ ملتا ہے، جس سے ان عربوں کی جنگ میں دلچسپی رکھنے کی بنا پر کان کھڑے ہوجاتے ہیں اور ان کی طبیعتوں کے شوق وذوق میں تلاطم برپا ہوجاتا ہے اور وہ مخاطب کرنے والے کی طرف ہمہ تن گوش ہوجاتے ہیں، پھر ایسا ہوتے ہی ان سے بامقصد بات شروع کر دی جاتی ہے اور وہ بات انسان کی نفسیات کے حوالہ سے شروع ہوتی ہے، اللہ نے تو انسان کے لئے ایسی دلچسپی کے سامان مہیا کئے ہیں، اور انسان اپنے رب کا بے حد ناشکرا بنا ہوا ہے اور اپنی اس حالت سے اچھی طرح واقف ہے اور کھلی حقیقت یہ ہے کہ وہ فائدہ کا بیحد شوق رکھتا ہے، کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ جب قبروں سے مردے نکالے جائیں گے، اور پھر ان کے دلوں میں جو کچھ اچھے برے اعمال ہیں، ظاہر کر دیئے جائیں گے، اس وقت اللہ تعالی ان سے اپنی واقفیت کی بنیاد پر معاملہ کرے گا، اس طرح پہلے مخاطب کو اس کی پسند کی بات سنائی، اور اس انداز میں سنائی گئی کہ وہ ہمہ تن گوش ہوگیا، پھر اس کو جھٹکا دیا گیا کہ یہ زندگی محض شوق وپسند کو پورا کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ انسانوں کیلئے جو اعلی کردار مقرر کیا گیا ہے، اس کو عمل میں لانے کیلئے ہے اور وہ عمل میں لانا صرف دکھاوے کا نہیں ہوگا، بلکہ جس طرح کیا ہوگا، اسی کے مطابق اس کو نتیجہ بھگتنا پڑے گا''۔

قرآن کریم میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں، وہ صرف قصے ہی نہیں، بلکہ وہ بہت ہی بامقصد ہوتے ہیں، اس لئے بعض جگہ واقعات کے بیان میں بعض کڑیاں چھوڑ دی جاتی ہیں، وہ ایسے انداز میں چھوڑی جاتی ہے جس سے واقعات کی تکمیل وفہم میں کوئی اثر نہیں پڑتا، حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں اس طرح کی باتیں ملتی ہیں۔

قرآن کریم میں جو حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام یا دوسرے پیغمبروں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں، ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا بھی مقصود ہے، اور ان میں ہدایت کا جو پہلو ہے وہ بھی مقصود ہے، اس لئے قرآن کریم کا جو حکایتی اسلوب ہے، وہ بہت ہی مؤثر اور بامقصد اور دلچسپ ہے، اور یہ ایسا موضوع ہے جس پر بہت کچھ خامہ فرسائی کی جاسکتی ہے، اور قرآن کریم میں بیان کردہ تمام واقعات میں جو حکایتی اسلوب ہے، اس کا جائزہ لیکر ایک اچھا تجزیہ پیش کیا جاسکتا ہے، جس میں ادب بھی ہو، حکایتی اسلوب کی خصوصیات ونشاندہی بھی ہو، واقعہ نگاری بھی ہو، تاریخ بھی ہو، اور اس میں پنہاں پیغام بھی ہو، جو اصل مقصد ہے، یہی مقصد ہے اس طرح کی کوششوں اور قرآن مجید کے کلام میں ہدایتی اسلوب وحسن تعبیر وبلاغت کے امتزاج کو تلاش کرنے کا، اللہ تعالی قرآن کریم اور اس کے مضامین میں غور وخوض کرنے اور اس پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ ۞

سفرنامہ

سورت، ڈابھیل اور نوساری کی کچھ باتیں

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

تمہید:

۲۴/ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز سنیچر مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے روح رواں حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب کے ہمراہ نوساری (گجرات) حافظ عبدالرحیم صاحب ملا (مقیم لندن) کی دعوت پر ان کے یہاں جانا ہوا، ہم لوگ تقریباً آٹھ بجے رات کو سورت پہنچے، رات کا قیام سورت کے ایک ہوٹل میں ہوا، جس کے ذمہ دار حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہیں، مولانا عبدالقیوم صاحب کا حضرت مفتی صاحب سے بڑا گہرا تعلق ہے، ان کی خواہش رہتی ہے کہ جب بھی آپ سورت تشریف لائیں تو ضرور ہمارے یہاں قیام کریں، اس لئے حضرت مفتی صاحب ان کے یہاں قیام فرماتے ہیں، چنانچہ وہیں قیام رہا، وہ بڑی محبت سے پیش آئے، شام کا کھانا وغیرہ کھا کر سو گئے، صبح دس بجے نوساری کیلئے روانہ ہو گئے، نوساری اسٹیشن پر ہمارے میزبان کے نمائندے ایک مولانا صاحب اپنی کار لیکر کھڑے تھے، فوراً ہم اسٹیشن سے سیدھے حافظ عبدالرحیم صاحب ملا کے ہسپتال "مولوی ابراہیم ملا میموریل ہسپتال" گئے۔

مولوی ابراهیم ملا میموریل هاسپٹل میں:

یہ ہسپتال ضلع نوساری کا ایک ممتاز اور نمایاں ہسپتال ہے، جہاں پر ہارٹیک Heart attack کے علاوہ تمام امراض کے علاج ہوتے ہیں، یہ ہسپتال ۲۰۰۳ء میں قائم ہوا، جس کا افتتاح حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری کے ہاتھوں ہوا تھا، ہسپتال کے بانی اور روح رواں جناب حافظ عبدالرحیم صاحب ملا ہیں، جنھوں نے اپنے والد محترم حضرت مولانا ابراہیم ملا رحمہ اللہ کی یاد میں یہ ہسپتال قائم کیا ہے، ہسپتال کا تعارف کراتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ: "اس ہسپتال کی بہت سی خصوصیتیں ہیں، غریب مسلمانوں کا علاج زکوۃ کے فنڈ سے ہوتا ہے، غریب غیر مسلموں کا علاج انٹریسٹ کے فنڈ سے ہوتا ہے، اور جو صاحب حیثیت لوگ ہیں ان کا علاج بھی رعایت کے ساتھ ہوتا ہے، دوائیاں کم قیمت پر ملتی ہیں" اس ہسپتال میں بہت ساری سہولتیں بھی ہیں، ہسپتال میں کئی مشینیں ایسی ہیں جو بہت قیمتی اور مہنگی ہیں، اور آئے دن جس مشین اور آلہ کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کو فوراً حاصل کرنے کیلئے ذمہ داران ہسپتال کوشش کرتے ہیں، یہ ہسپتال تقریباً آٹھ بیگہ زمین پر قائم ہے، جس کی دو منزلہ عمارت ہے، جس میں تقریباً ۷۵/ کمرے اور دو تین ہال ہیں، امسال تیسری منزل بڑھانے کا ارادہ ہے، اس سال اس کا سالانہ بجٹ ڈیڑھ کروڑ روپئے ہے، جو حافظ صاحب کی تگ و دو اور بعض دوسرے مخیرّین کی محنت سے پورا ہوتا ہے، اس ہسپتال میں پورے گجرات اور مہاراشٹر سے لوگ اپنے علاج کیلئے آتے ہیں، حتی کہ بہار، بنگال اور دوسرے صوبوں کے مریض بھی علاج کی غرض سے آتے ہیں، الغرض یہ ہسپتال اپنی نوعیت کا ایک منفرد ہسپتال ہے، جو ہمہ وقت لوگوں کی یکساں طور پر خدمت کرتا ہے، یہ سب بانی ہسپتال حافظ عبدالرحیم صاحب ملا کی نیک نیتی کا صلہ ہے، حافظ عبدالرحیم صاحب ملا بہت ہی فعال اور متحرک شخص ہیں، قوم کا درد ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، وہ ملک سے باہر رہ کر بھی اپنے ملک کی ہمدردی وغمگساری میں برابر لگے رہتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ مدارس اور اہل مدارس کا بھی خیال رکھتے ہیں، خاص طور سے پسماندہ اور غریب لوگوں کی بدحالی انہیں رات دن بے چین کئے رہتی ہے، حافظ صاحب نے اگلے دن اس ہسپتال میں دعا کرنے کا پروگرام رکھا، جس کیلئے حضرت مفتی صاحب کو کہا کہ آپ ہمارے اس ہسپتال کی ترقی کیلئے دعا کر دیجئے، چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے ہسپتال کی ترقی اور فلاح و بہبودی کیلئے ایک جامع دعا کرائی۔

صوفی رائے پوری کے دولت خانہ پر:

دعاء کے بعد حافظ صاحب ہمیں نسیل پور کے قریب ایک گاؤں ''بھیدی'' میں لے گئے، جہاں پر ایک بزرگ صوفی صاحب کے نام سے مشہور ہیں، صوفی صاحب صاحبِ فراش تھے، ان کے بارے میں بتلایا کہ یہ حضرت رائے پوری کی خدمت میں رائے پور خانقاہ میں رہے، ایک مرتبہ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ آپ بھی باہر نکل کر گھوم لیا کریں، اس پر صوفی صاحب نے فرمایا کہ حضرت! میں تو خانقاہ میں آیا ہوں، باہر گھومنے کیلئے نہیں، تو حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ عجیب صوفی جی ہیں، اسی وقت سے آپ صوفی صاحب کے نام سے مشہور ہوگئے، گجرات کے علاقے میں آپ صوفی صاحب کے نام سے جانے جاتے ہیں، صوفی صاحب کی گاڑی پر بھی ''صوفی رائے پور'' لکھا ہوا دیکھا، اور مکان پر بھی ''گلشن صوفی رائے پور'' لکھا ہوا ہے، چنانچہ ہم نے ملاقات ومصافحہ کیا اور دعا کی درخواست کی اور پھر واپس آگئے۔

مولانا یعقوب صاحب مملا کے دولت خانہ پر:

حافظ عبدالرحیم صاحب ملا عصر کی نماز کے بعد ہم لوگوں کو تھوڑی دیر کے لئے ''ویشما'' گاؤں لے گئے، جہاں پر مولانا یعقوب صاحب مملا سے ملاقات کرائی اور ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی، حافظ عبدالرحیم صاحب نے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ حضرت مفتی مسعود صاحب ہیں، جو مظفر آباد، ضلع سہارنپور سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے دو مدرسے چل رہے ہیں اور رائے پور سے ان کا روحانی تعلق ہے، جس پر مولانا نے خوشی کا اظہار کیا، اور کچھ دیر بعد مولانا گھر کے اندر گئے اور مدرسہ کیلئے کچھ رقم عنایت کی اور ہم لوگوں کو ہدیہ بھی دیا، مولانا یعقوب صاحب بہت مہمان نواز، مدارس اور اہل مدارس کا بہت خیال رکھتے ہیں، تقریباً ۴۵ رسال تک دبئی جیسے شہر میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے، اب ریٹائرڈ ہونے کے بعد اپنے گھر ویشما میں رہ رہے ہیں۔

مدرسہ اصلاح البنات سملک میں:

مغرب کی نماز سے قبل حافظ عبدالرحیم صاحب ملا ہمیں ''مدرسہ اصلاح البنات سملک'' میں لے گئے، جس کے پرنسپل مولانا عبداللہ میان صاحب ہیں، اتفاق سے وہ کہیں گئے ہوئے تھے، ان کے داماد نے مدرسہ کا تعارف اور معائنہ کرایا، تعلیم گاہوں کا نظام اور بچیوں کی رہائش کے نظام کے بارے میں بتلایا، مدرسہ کا نظام بہت عمدہ معلوم ہوا، طالبات کے پینے کا پانی بھی فلٹر کیا جاتا ہے، جس کے لئے مستقل پلانٹ لگایا گیا ہے، غرضیکہ یہاں پر ہر طرح کی سہولت ہے، تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے اور مغرب کی نماز ادا کی، اس مدرسہ کے بانی مبانی حضرت مولانا عبدالحق بن ابراہیم میان صاحبؒ ہیں۔

مدرسہ تعلیم الدین ڈھابیل میں:

مغرب کی نماز کے بعد ہم لوگ گجرات کے مشہور ومعروف ادارہ ''مدرسہ تعلیم الدین'' ڈھابیل گئے، جہاں پر قاری محمد رضوان پالن پوری سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مدرسے کے تمام شعبہ جات کا یکے بعد دیگرے تفصیل کیساتھ معائنہ کرایا، عربی درجات سے لیکر دارالافتاء اور مسجد سے لیکر مطبخ تک کا پورا معائنہ کرایا، مدرسہ کے ایک بڑے ہال میں اکابرین کے نام آویزاں ہیں، جنھوں نے وہاں پڑھا، یا پڑھایا، مدرسہ کا نظام ماشاء اللہ بہت عمدہ ہے، ہم نے دیکھا کہ مغرب بعد ایک بھی طالب علم مدرسہ کے صحن میں گھومتا ہوا یا تعلیم کے علاوہ دوسرا کام کرتا ہوا نظر نہیں آیا، سارے بچے تعلیم کے اندر اس قدر منہمک تھے کہ باہر سے ایسا لگ رہا تھا کہ مدرسہ میں چھٹی چل رہی ہے، قاری رضوان صاحب نے یہ بھی بتلایا کہ تعلیم کے اوقات میں اگر کوئی مہمان آتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ مدرسہ میں چھٹی چل رہی ہے، جس کا ہم لوگوں کو بھی مشاہدہ ہوا، غرضیکہ وہاں کی ہر چیز کو دیکھا، یہاں تک کہ انہوں نے وہ کمرہ بھی دکھایا جس میں علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے ''فوائد عثمانی یا تفسیر عثمانی'' لکھی تھی، اس کے بعد ناظم مطبخ مولانا محمد عمران پالن پوری سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مطبخ کی ہر چیز کا الگ الگ تعارف کرایا، گودام سے لیکر ڈائننگ ہال تک، اور یہ بھی بتلایا کہ بچوں کو مطبخ سے کھانے کے علاوہ دومرتبہ ناشتہ ملتا ہے، ایک مرتبہ صبح کو اور دوسری مرتبہ

عشاء کی نماز سے پہلے، اور شام کا کھانا عصر بعد دیا جاتا ہے۔

قاری عبدالحق دیوان کے دولت خانہ پر:

عشاء کی نماز کے بعد حافظ عبدالرحیم ملا ہمیں لاج پور لائے، جہاں پر شام کے کھانے کیلئے ''دعوت ریسٹورینٹ'' میں ان کے ایک اہل تعلق نے مدعو کر رکھا تھا، لاجپور میں مولانا قاری عبدالحق صاحب دیوان (امام وخطیب جامع مسجد لاج پور) سے حضرت مفتی صاحب کا والہانہ تعلق ہے، اس لئے ان سے ملاقات کا پروگرام بنایا، جس کی ان کو اطلاع دی گئی، چنانچہ سب سے پہلے ہم لوگ مولانا عبدالحق صاحب دیوان کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے، قاری دیوان صاحب ہمارا پہلے سے انتظار کررہے تھے، چنانچہ ہم لوگ ان کے گھر پہنچے، انہوں نے بڑی محبت اور اپنائیت کا اظہار کیا اور بہت ساری کتابیں ہدیہ میں پیش کیں، مفتی صاحب نے انہیں اجازت وخلافت سے بھی نوازا، دیوان صاحب نے اصرار کیا کہ آئندہ جب بھی آئیں تو ضرور بالضرور ہمارے یہاں قیام کریں، اگر ہوسکے تو جمعہ کے دن ضرور آئیں تاکہ عوام بھی آپ سے مستفیض ہوں، اس کے بعد کھانا کھایا، اور پھر رات میں حافظ عبدالرحیم صاحب ملا کے مکان ''نسیل پور'' میں قیام کیا۔

جامعة القراء ات کفلیة میں:

اگلے دن صبح ناشتہ کے بعد ہمیں حافظ عبدالرحیم صاحب ملا نے قاری اسماعیل بسم اللہ کے مدرسہ ''جامعۃ القراءات کفلیۃ'' میں پہنچادیا مدرسہ میں قاری اسماعیل صاحب سے ملاقات کرکے بہت خوشی ہوئی، انہوں نے بڑی محبت کا اظہار کیا اور دوپہر کا کھانا ساتھ میں کھایا، ظہر کی نماز کے بعد قاری صاحب کے دفتر میں کچھ دیر بیٹھنے کا موقع ملا، گفتگو ہورہی تھی کہ اتفاق سے حاجی عبدالعزیز صاحب وہاں تشریف لائے، ان سے بھی ہمارا تعارف ہوا، قاری صاحب نے ان کے بارے میں بتلایا کہ یہ بہت کام کے آدمی ہیں، پھر عصر کی نماز ادا کی اور وہاں سے رخصت ہوکر سیدھے سورت کے لئے روانہ ہوگئے، شام ہی کو واپسی کا ٹکٹ تھا، اس لئے ہم لوگ اگلے دن بحمد اللہ عافیت سے مظفرآباد پہنچ گئے۔ ❁

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اھم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو)
۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو)
۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ)
۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی)
۵- رہنمائے سلوک وطریقت ۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا
۷- الامامۃ فی الصلاۃ ومسائلہا واحکامہا
۸- التدخین بین الشرع والطب ۹- حیات عبدالرشید ۲۰۰/روپئے
۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ ۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ
۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ
۱۴- تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید
۱۶- مقالات ومشاہدات ۱۷- مکتوبات اکابر
۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول
۱۹- افکار دل (۳۰/تقریروں کا مجموعہ)
۲۰- تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ
۲۱- مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ
۲۲- سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۳- میری والدہ مرحومہ (نقوش وتأثرات)
۲۴- قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت
۲۵- لڑکیوں کی اصلاح وتربیت
۲۶- تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری
۲۷- نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا
۲۸- ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ
۲۹- تصوف اور اکابر دیوبند
۳۰- امامت کے احکام ومسائل
۳۱- فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات
۳۲- اللہ ورسول کی محبت ۳۳- ماں باپ اور اولاد کے حقوق
۳۴- عقائد اور ارکان اسلام ۳۵- سیرة النبی الأکرم
۳۶- القادیانیة ثورة علی النبوة المحمدیة
۳۷- Rules of Raising Funds ۳۸- Beliefs and Pillars of Islam
۳۹- A Short Biography of Prophet Muhammad
۴۰- The Rights of Perents and children

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058 - 09719639955

یادرفتگاں

حافظ اسماعیل منشی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ لوساکا زامبیا

جوارِ رحمت میں

مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی زامبیا، افریقہ

اصول وضابطہ کے حوالے سے ملک زامبیا کی معروف ومشہور شخصیت جناب حافظ اسماعیل منشی صاحبؒ ۱۴/نومبر ۲۰۱۵ء کو ۱۲/بجکر ۱۵/منٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کل تک ہم انہیں ان کے تواضع وانکساری، زہد وتقوی، عفت وپاکدامنی، اصول وضابطہ، حسن اخلاق اور عظیم کارناموں کی وجہ سے یاد کر کے ان کی تعریف وتوصیف کرتے تھے، اب ان کے ان اوصاف حمیدہ اور عظیم کارناموں کو یاد کر کے ہم ان کے حق میں دعاگو ہوں گے کہ اللہ حافظ صاحب کی خدمات عالیہ کو قبول فرما اور ان کو اپنے شایان شان اجر عظیم عطا فرما۔

حافظ صاحبؒ ۲۰۰۸ء سے ہارٹ کے مریض تھے، ان کی صحت ادھر ایک مہینہ سے کچھ زیادہ ہی خراب رہنے لگی تھی، طبی معائنہ اور جانچ کی غرض سے ہاسپٹل کی آمد ورفت لگی ہوئی تھی، ۱۳/نومبر جمعہ کے روز سینہ میں زیادہ تکلیف محسوس ہوئی، تو فوراً درالسلطنت لوساکا کے ''فیر بھیو ہاسپٹل'' میں ان کو اڈمٹ کرایا گیا تھا، رات میں ہارٹ اٹیک ہوا، پھر ان کو ''آئی سی یو'' میں شفٹ کیا گیا، ۱۴/نومبر کو سنیچر کے روز صبح ۱۰/بجکر ۲۳/منٹ پر ایک شخص نے ایک ''واٹس اپ'' گروپ پر ان کی موت کی خبر بھیجی، لیکن فوراً ۸/منٹ کے بعد فوراً اس شخص نے معذرت کے ساتھ اس خبر کی تردید کردی، پھر ۱۲/بج کر ۲۰/منٹ پر ایک میسیج آیا کہ حافظ صاحب ۱۲/بجکر ۱۵/منٹ پر انتقال کر گئے ہیں، یہ خبر درست اور مبنی بر حقیقت تھی۔

حافظ صاحب پورے زامبیا میں اپنے عظیم تعلیمی وتبلیغی اور اصلاحی کارناموں کی وجہ سے مشہور تھے، دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر (گجرات) سے رسمی تعلیمی تکمیل کے بعد اللہ تعالی نے ان کیلئے افریقہ کے ایک چھوٹے سے ملک ''زامبیا'' (جس کی کل آبادی 15408479/نفوس پر مشتمل ہے) میں خدمات جلیلہ انجام دینا مقدر کر رکھا تھا، لہٰذا حافظ صاحب ۲۰/سال کی عمر میں زامبیا تشریف لائے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے، زامبیا آنے کے بعد حافظ صاحب نے ایک چھوٹی سی مسلم آبادی میں تعلیم وتدریس کا کام شروع کیا، اولاً حافظ صاحب تقریباً ایک سال جامع مسجد لوساکا میں تعلیم وتدریس سے وابستہ رہے۔

حافظ صاحب کا اصل کارنامہ اس وقت لوگوں کے سامنے آنا شروع ہوا، جب آپ نے ''پیٹاؤ کے'' کے نزدیک ایک گاؤں ''کویرے'' میں دینی خدمات شروع کی، دینی خدمات انجام دیتے ہوئے حافظ صاحب نے ۱۹۷۳ء میں ایک تعلیمی فلاحی تنظیم ''پیٹاؤ کے کویرے مسلم ایسوسیشن'' قائم کی، پھر اس تنظیم کے تحت انہوں نے ایک اسلامک اسکول ''انوسا سکنڈری اسکول'' قائم کیا، اور ایک مدرسہ بنام ''مدرسہ انوار الاسلام'' قائم کیا، آج ان اداروں میں ۳۷۰/غریب، مفلس اور یتیم ونادار بچے، ۱۵/قابل اور باصلاحیت اساتذہ کی نگرانی میں دینی وعصری علوم حاصل کر رہے ہیں، اس اسکول ومدرسہ کے علاوہ اس تنظیم کے تحت، دیہاتوں میں تقریباً ۶۰/مساجد اور مکاتب بھی چل رہے ہیں، جن میں سینکڑوں معصوم بچے اور بچیاں ابتدائی اسلامی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

حافظ صاحب کے اندر اللہ تعالی نے دین کی خدمت کا جذبہ خوب

رکھا تھا، انہوں نے دیارِ غیر میں ہونے کے باوجود بھی اشاعت اسلام کے حوالے سے جو کارنامے انجام دیئے، انہیں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا، وہ جس ملک میں آئے اس کی زبان وتہذیب سے یکسر نابلد ہونے کے باوجود صرف چند مہینوں کی قلیل مدت میں محنت شاقہ کے بعد انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ مقامی زبان بھی خوب سمجھنے اور بولنے لگے، اور خود مقامی لوگوں کے ساتھ اس طرح زندگی گزاری کہ وہ لوگ حافظ صاحب کو اپنا ہمنوا اور معین ومددگار سمجھنے لگے، پھر مقامی لوگوں کی تعلیم وتفہیم کی غرض سے اکابر علماء کی تقریباً نوا اردو کتابوں کا ترجمہ مقامی زبان میں کیا، ان ترجمہ شدہ کتابوں میں مفتی کفایت اللہ صاحب کی ''تعلیم الاسلام'' سرفہرست ہے، جسے پڑھ کر ہونہار، ننھے منے بچے اور بچیاں اسلامی عقائد ومسائل سیکھتے ہیں، اس طرح مقامی لوگوں میں تبلیغی کام میں پیش آنے والی دشواری کو حل کرنے کے لیے ''چھ باتیں'' کا ترجمہ بھی مقامی زبان میں کیا، تاکہ لوگ یہ جان سکیں کہ ''تبلیغی جماعت'' میں کیا سیکھا اور سیکھایا جاتا ہے۔

ایک لمبی مدت تک ''پیٹاؤکے'' کے گاؤں اور دیہات میں دینی خدمات انجام دینے اور ایک بڑی جماعت کو وہاں دین کی خدمت پر مامور کرنے کے بعد حافظ صاحب ۱۹۹۶ء میں راجدھانی لوساکا منتقل ہوگئے، اور وہیں بود وباش اختیار کر لی، اور اسکول ومدرسہ اور مکاتب ومساجد کی ذمہ داریوں سے مستعفی ہوگئے تھے، مگر اپنی عمر کے اخیر لمحہ تک سرپرست ونگراں کے طور پر ان اداروں کی سرپرستی کرتے رہے، اساتذہ وطلبہ کی مشغولیات سے پوری واقفیت حاصل کرنے اور بچشم خود معائنہ کی غرض سے مستقل پیٹاؤکے آتے جاتے رہتے تھے، جب کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تھا تو سب کی نگاہیں ان کی طرف ہوتی تھی اور ان کی بات قول فیصل کا درجہ رکھتی تھی، میرے دوست مفتی عبدالقوی قاسمی اور مولانا زکی الرحمٰن قاسمی صاحبان حافظ صاحب کے قائم کردہ اسکول ومدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، جب بھی میری ان حضرات سے بات چیت ہوتی تھی تو ان لوگوں کو حضرت حافظ صاحب کی تعریف میں رطب اللسان اور ان کی سخاوت وفیاضی اور وسعت ظرفی کا ذکر کرتے پایا۔

رفیق محترم مفتی عبدالقوی قاسمی صاحب (جو حال ہی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ حج وعمرہ کے مبارک سفر سے واپس آئے ہیں) کی دعوت پر جنوری ۲۰۱۲ء میں راقم الحروف نے تین دنوں کے لئے پیٹاؤکے کا دورہ کیا تھا، اس وقت میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب میں نے یہ دیکھا کہ حافظ صاحب کے اسکول میں پڑھنے والے عیسائی طلبہ بھی کرتا، پیجامہ اور ٹوپی میں ملبوس نظر آئے، یہ یونیفارم ہی مجھے حیران وششدر کرنے کے لئے کیا کم تھا کہ میرے سامنے کچھ ایسے طلبہ کو قرآن پڑھ کر سنانے کو کہا گیا جو عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، اس پر بھی مستزاد یہ کہ وہ طلبہ قرآن کریم کی تلاوت صحیح مخارج اور تجوید کی پوری رعایت کے ساتھ کر رہے تھے، دراصل حافظ صاحب نے اسکول کے قیام کے روز اول سے یہ اصول اپنایا کہ جو طلبہ بھی اس اسکول میں آئیں گے ان کو اسکول کا یونیفارم پہننا لازمی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامک اسٹیڈیز کے گھنٹے میں بھی ان کی شمولیت لازمی ہے، اخیر میں مفتی عبدالقوی قاسمی نے مجھے بتایا کہ اس طرح اسلامک اسٹیڈیز پڑھ کر کچھ ایسے عیسائی طلبہ بھی ہیں جو خود بخود اسلام قبول کر لیتے ہیں، الحمد للہ علی ذلک۔

حافظ صاحب ''پیٹاؤکے'' کویرے مسلم ایسوسیشن کے سرپرست ونگراں ہونے کے ساتھ ''مون ریزٹرسٹ'' کے ایک اہم ٹرسٹی تھے، راقم الحروف مون ریزٹرسٹ کے شعبہ عالمیت اور اسکول کا ایک خادم ہے، لہٰذا اس حوالے سے کئی بار ان سے میری گفتگو ہوئی، راقم نے ان کی ہر بات کو ادارے کے مفاد میں پایا، مون ریزٹرسٹ، زامبیا کے چند بڑے اداروں میں سے ایک اہم ادارہ ہے جس کے تحت لڑکے اور لڑکیوں کے لئے دو علیحدہ علیحدہ نرسری تا سیکنڈری اسکولس، شعبہ عالمیت اور ملک کے تین پس ماندہ صوبوں میں ۴۵/ سے زیادہ مساجد ومکاتب کا انتظام وانصرام بڑے حسن وخوبی سے چل رہا ہے، حافظ صاحب مون

ریز ٹرسٹ کے بانی وچیئرمین جناب شیخ شاہد متالا صاحب حفظہ اللہ اور دوسرے منتظمین سے اچھا تعلق رکھتے تھے اور اس ٹرسٹ کی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے، زمینی حقائق سے پوری طور پر واقف تھے، لہٰذا ان کا مشورہ بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

حافظ صاحب اولاً حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی کے دست حق پرست پر بیعت تھے، پھر حضرت کی وفات کے بعد حافظ صاحب نے حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھولیوی (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات) سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کیا، مولانا دھولیویؒ کی وفات کے بعد حافظ صاحب نے ۱۹۹۵ء میں شیخ طریقت حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی سے اصلاحی تعلق قائم کیا، حضرت مولانا قمرالزماں صاحب نے آپ کو ۱۹۹۸ء میں خلافت سے نوازا (اس کے بعد ابھی رمضان ۱۴۳۶ھ میں حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد ضلع سہارنپور نے بھی آپ کو چاروں سلسلوں میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا)۔

حافظ صاحب ۲۲؍جون ۱۹۵۰ء کو ٹنکاریہ، ضلع بھروچ، گجرات میں پیدا ہوئے، اللہ نے آپ کو تین لڑکے، جناب محمد سلیم صاحب مرحوم، جناب محمد ظہیر صاحب اور جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب اور دولڑکیوں سے نوازا تھا، آپ کے بڑے صاحبزادے جناب سلیم صاحب پائلٹ تھے، سن ۲۰۰۸ء میں عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کا سفر کیا، عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے، مدینہ منورہ میں کار حادثہ میں جائے حادثہ پر ہی وفات پاگئے، آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں، پائلٹ صاحب کی جوانی کی موت سے حافظ صاحب بہت غمزدہ رہتے تھے، اس صدمہ سے آپ کی صحت بہت متاثر ہوئی، دوسرے صاحبزادے جناب محمد ظہیر صاحب ایک اچھے اور سچے تاجر ہیں، جب کہ تیسرے صاحبزادے جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب میڈیکل ڈاکٹر ہیں، اور ایک ہسپتال میں برسرروزگار ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے"جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، سوائے تین اعمال کے، صدقہ جاریہ کے، یا ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے"۔

اب حافظ صاحب ہمارے درمیان نہیں رہے، مگر الحمد للہ انہوں نے تعلیم وتعلّم کا جو سلسلہ ایک لمبی مدت تک جاری رکھا وہ ان کیلئے صدقہ جاریہ رہے گا، حافظ صاحب کے صالح اور نیک سیرت لڑکے بھی ہیں، جو ان کے حق میں دعا رفع درجات کریں گے، اسی طرح ان کی عظیم خدمات کو دیکھ کر ہر ایک مسلمان ان کے حق میں دعا کرے، اس سے بڑھ کر مجھے یقین ہے کہ حافظ صاحب کا حسن اخلاق اور تقویٰ وپرہیزگاری سے ان کا نامہ اعمال بھرا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوکر ان کو اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائیں گے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔

حافظ صاحب کو مطالعہ کا بیحد شوق تھا، اور اپنے اس شوق کی تکمیل کے لئے اپنے بعض اہل تعلق سے وہ ہندوستان وپاکستان سے اردو میں کتابیں منگاتے تھے، بعض رسائل کا بھی وہ شوق سے مطالعہ کرتے تھے، خاص طور سے ماہنامہ "نقوش اسلام" مظفرآباد، سہارنپور (یوپی) کا بہت اہتمام سے مطالعہ کرتے تھے، اور اس کے وہ باقاعدہ لائف ممبر تھے، اس کے مدیر محترم مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد سہارنپور کی اکثر کتابوں کا وہ مطالعہ کرچکے تھے، اور وہ حضرت مفتی صاحب کی تحریروں کو بہت پسند کرتے تھے، اسی وجہ سے حضرت مفتی صاحب سے بھی والہانہ تعلق رکھتے تھے، حضرت مفتی صاحب بھی ان کے قدرداں تھے، اسی وجہ سے ان کو اجازت وخلافت سے نوازا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرماکر درجات بلند فرمائے۔(آمین)

فکرونظر

تحریروقلم

اہمیت، ضرورت اور اسلوب

مولانا محمد حذیفہ وستانوی جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

اللہ رب العزت نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا اور اسے صفت علم سے نوازا، اور اس علم سے افادہ اور استفادہ کے لیے قوت نطق اور قوت کتابت عطا کی، تکلم اور کتابت کے بغیر علم جامد ہو کر رہ جاتا، جبکہ انسان کے لیے اپنے علم کو متعدی کرنا لازم ہے، تاکہ "من دل علی الخیر کفاعله" کا مصداق ٹھہرے۔

قلم اتنی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو اس میں ارشاد تھا "الذی علم بالقلم" علم محض مفید ہی نہیں، بلکہ ایک فطری چیز ہے اور انسان کو اس لیے دیا گیا، تاکہ وہ علم کے ذریعہ اشیاء کی حقیقتوں کو جانے، مگر ہر ایک کا مزاج الگ الگ، ہر ایک کا طریقۂ فہم الگ الگ ہے، اس لیے نتائج بھی علیحدہ علیحدہ مرتب ہوں گے، کبھی کوئی کسی چیز سے بہت عمدہ نتیجہ اخذ کرلیتا ہے اور دوسرا ایسا نہیں کرسکتا، اب یہ علم کیسے متعدی ہوسکے گا اور دوسروں تک اس کی رسائی کیسے ممکن ہوسکے گی؟ تو ظاہری بات ہے کہ اس کو قید تحریر میں لانا ضروری ہوگا، جب وہ تحریر میں آجائے گا، تو خود بخود صدیوں تک لوگوں تک پہنچتا رہے گا، لوگ اس سے استفادہ کرتے رہیں گے، اور خیر ہونے کی صورت میں ''من دل علی الخیر'' کے تحت اس کو ثواب بھی ملتا رہے گا، جس کا انسان آخرت میں محتاج ہوگا، حدیث نبوی بھی ہے: "اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث: صدقة جارية، ولد صالح، علم ينتفع به"۔

اگر، اس پہلی وحی پر غور کریں گے، تو بڑے ہی حیرت انگیز نتیجہ پر پہنچ سکیں گے:

(۱) سب سے پہلے یہ کہا گیا ''اقرأ''، یعنی پڑھو، کیونکہ قرأت اور پڑھے بغیر علم حاصل نہیں ہوسکتا۔

(۲) فرمایا "إقراء بسم ربك الذی خلق" پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، مگر کیوں ''دولت کمانے کے لیے؟ عزت کمانے کے لیے؟ ظلم کرنے کے لیے؟ رشوت خوری کے لیے؟ نہیں، صرف اور صرف اس اللہ کے لیے، جو تجھے نطفہ سے پیدا کرتا ہے، ماں کے پیٹ میں رزق پہنچاتا ہے اور دنیا میں آنے کے بعد تیرے کھانے، پینے، رہنے سہنے، پھلنے پھولنے کا پورا انتظام کرتا ہے، اپنے رب کی ذات وصفات کی معرفت کے لیے علم سیکھو، کیوں؟ تو اس کا یہ جواب دیا گیا ''الذی خلق'' جس نے تجھ کو نہ صرف پیدا کیا، بلکہ جو کچھ تیرے اردگرد، اوپر نیچے، اندر باہر، بڑا چھوٹا، ظاہر و باطن، مرئی غیر مرئی، غرضیکہ سب کچھ اس نے پیدا کیا، لہٰذا وہی اس لائق ہے کہ اپنا سب کچھ اسی کے لیے کیا جائے، جان، مال، عزت، آبرو، اولاد اور وقت۔

(۳) پھر عجیب ارشاد فرمایا: "خلق الانسان من علق" یعنی زمین پر بسی ہوئی مخلوقات میں سب سے زیادہ حیرت انگیز مخلوق حضرت انسان کو بھی، اللہ رب العزت، قادر مطلق، اور غالب مطلق نے بے جان، گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، اور اسے علم، عقل، نطق، ملکہ، تسخیر، فراست اور طاقت روحانیت سب کچھ دیا، جس کے بل بوتے پر آج وہ مادی اعتبار سے کہاں سے کہاں پہنچ گیا، اور ان میں سے بعض روحانیت میں ترقی کے اعلیٰ منزلیں طے کرتے رہے، اب ذرا سوچئے، اتنے عظیم معبود برحق ہی کی ذات وصفات کا علم حاصل کرکے اس کی عظمت کا

اعتراف کرتے ہوئے، اسی کی عبادت نہ کی جائے، تو اور کس کی کی جائے؟۔

(۴) پھر آگے بیان کیا"اقرء و ربك الاكرم" تیرا پروردگار ہی سب سے زیادہ باعزت، مالک عزت ہے، انسان کو جب عقل دی جاتی ہے تو اسے سب سے زیادہ عزت ہی کی فکر ہوتی ہے، فرمایا جب عزت دینا اس کے ہاتھ میں ہے، تو، تو اس کا ہو جا، عزت تیری ہو جائے گی۔

(۵) پھر آگے فرمایا"الذی علم بالقلم"عزت حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہوں گے، ایک اہم طریقہ اللہ کے دیئے ہوئے علم کو ''قلم'' کے ذریعہ لکھ کر بھی عزت حاصل ہوتی ہے، اور یہ عزت حاصل کرنے اور مرنے کے بعد بھی لوگوں میں ذکر خیر باقی رکھنے کا اہم ذریعہ ہے، بعد والے ذکر خیر کرے، یہی عزت کی انتہا ہوتی ہے، اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہ دعا کی تھی"واجعل لی لسانی صدق فی الآخرین" یعنی میرے بعد لوگوں میں میرا ذکر خیر چھوڑ، مگر کہیں دنیوی عزت حاصل ہونے کے بعد انسان اپنے علم وقلم یعنی تحریر پر مغرور ہو کر تکبر میں مبتلا نہ ہو جائے۔

(۶) آگے فرمایا"علم الانسان ما لم یعلم" انسان جو کچھ جانتا، اس کا علم دینے والی ذات حقیقی اللہ ہے، لہٰذا ''دور حاضر کے سائنس دانوں'' کی طرح کہیں تم العیاذ باللہ قدرت کے مقابلہ پر نہ تل جاؤ، اور علم کے باوجود ہلاک نہ ہو جاؤ، اسی لیے آگے فرمایا کہ علم جب برائے علم ہوتا ہے، تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے، فرمایا"کلا ان الانسان لیطغی" ہرگز ایسا نہ ہو کہ انسان طغیانی اور سرکشی پر اتر آئے اور اپنے اوپر حد سے زیادہ اعتماد کر کے اپنے آپ کو اللہ سے بے نیاز نہ جان لیوے، اگر کبھی دل میں اللہ سے بے نیازی کا وسوسہ آئے، تو یہ تصور دل میں جگادے"ان الی ربك الرجعی" یہ دنیا دائمی نہیں، بلکہ ایک نہ ایک دن مر کر اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے، اور زندگی کا جواب دینا ہے۔

ذرا آپ ان آیات پر غور کیجئے، قرآن حکیم کے سیاق وسباق میں اتنی اہم باتیں بیان کی جارہی ہے، ان آیات نے یہ بھی بتادیا کہ لکھنے کیلئے مطالعہ اور مسلسل پڑھنا ضروری ہے، مگر پڑھنا اور لکھنا محض لکھنے اور پڑھنے تک محدود نہ ہو، بلکہ مقصد اللہ کی ذات کی معرفت حاصل کر کے اس کے لیے سب کچھ قربان کر دینا ہو؛ کیونکہ علم کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ کرامت، علم اور قلم کے بعد اور حد سے زیادہ اعتماد کا شکار ہو کر کہیں قدرت کے مقابلہ پر نہ اتر آئے، اگر ایسا کیا تو انجام اچھا نہ ہوگا۔

حضرت مفتی شفیع صاحب عثمانی نے اس سورت کی تفسیر کرتے ہوئے، ان آیات کی بڑی جاندار اور معلومات افزاں تفسیر کی ہے، جو پیش خدمت ہے۔

ایک صحیح حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"لما خلق اللّٰہ الخلق کتب فی کتابہ فھو عندہ فوق العرش، ان رحمتی غلبت غضبی" یعنی اللہ تعالیٰ نے ازل میں جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں جو عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ کلمہ لکھا کہ ''میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی''۔

اور حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اول ماخلق اللّٰہ القلم فقال لہ اکتب فکتب ما یکون الی یوم القیامۃ فھو عندہ فی الذکر فوق عرشہ" یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ لکھے، اس نے تمام چیزیں جو قیامت تک ہونے والی تھی لکھ دیں، یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس عرش پر ہے۔(قرطبی)

قلم کی تین قسمیں:

علما نے فرمایا ہے کہ عالَم میں قلم تین ہیں:

سب سے پہلا قلم جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات اس کو لکھنے کا حکم دیا۔

دوسرے فرشتوں کے قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور ان کی مقادیر کو نیز انسانوں کے اعمال کو لکھتے ہیں۔

تیسرے عام انسانوں کے قلم جن سے وہ اپنے کلام لکھتے اور اپنے

مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کتابت درحقیقت بیان کی ایک قسم ہے اور بیان انسان کی مخصوص صفت ہے۔ (قرطبی)

امامِ تفسیر مجاہد نے ابوعمرو سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں چار چیزیں اپنے دستِ قدرت سے بنائیں اور ان کے سوا باقی مخلوقات کے لیے حکم دیا ''کن'' ہو جا، وہ موجود ہو گئیں، وہ چار چیزیں یہ ہیں: قلم، عرش، جنت اور آدم علیہ السلام۔

علمِ کتابت سب سے پہلے دنیا میں کس کو دیا گیا:

بعض حضرات نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ فنِ کتابت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا گیا تھا اور سب سے پہلے انہوں نے لکھنا شروع کیا (کعبِ احبار) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ فن حضرت ادریس علیہ السلام کو ملا ہے اور سب سے پہلے کاتب دنیا میں وہی ہیں (ضحاک) اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ہر شخص جو کتابت کرتا ہے، وہ تعلیم من جانب اللہ ہی ہے۔

خط وکتاب اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے:

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو نہ کوئی دین قائم رہتا اور نہ دنیا کے کاروبار درست ہوتے، حضرت علی کرم وجہہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان چیزوں کا علم دیا جن کو وہ نہیں جانتے تھے، اور ان کو جہل کی اندھیری سے نورِ علم کی طرف نکالا اور علمِ کتابت کی ترغیب دی کیونکہ اس میں بے شمار اور بڑے منافع ہیں جن کا اللہ کے سوا اور کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، تمام علم وحِکَم کی تدوین اور اوّلین وآخرین کی تاریخ ان کے حالات ومقالات اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابیں سب قلم ہی کے ذریعہ لکھی گئیں اور رہتی دنیا تک باقی رہیں گی، اگر قلم نہ ہو تو دنیا ودین کے سارے ہی کام مختل ہو جائیں۔

علمائے سلف و خلف نے ہمیشہ خط وکتابت کا اہتمام کیا:

علمائے سلف وخلف نے ہمیشہ تعلیم خط وکتاب کا بڑا اہتمام کیا ہے جس پر ان کی تصانیف کے عظیم الشان ذخائر آج تک شاہد ہیں، افسوس ہے کہ ہمارے اس دور میں علماء وطلباء نے اس اہم ضرورت کو ایسا نظر انداز کیا ہے کہ سیکڑوں میں دو چار مشکل سے تحریر کتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں۔

رسول اللہؐ کو کتابت کی تعلیم نہ دینے کا راز:

حق تعالیٰ جل شانہ نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو لوگوں کے فکر وقیاس سے بالاتر بنانے کیلئے آپ کی جائے پیدائش سے لیکر آپ کے ذاتی حالات تک سب ایسے بنائے تھے کہ جن میں کوئی انسان اپنی ذاتی کوشش ومحنت سے کوئی کمال حاصل نہیں کرسکتا، جائے پیدائش کیلئے عرب کا صحرا تجویز ہوا جو متمدن دنیا اور علم وحکمت کے گہواروں سے بالکل کٹا ہوا تھا، اور راستے اور مواصلات اتنے دشوار گذار تھے کہ شام وعراق اور مصر وغیرہ کے متمدن شہروں سے یہاں کے لوگوں کا کوئی جوڑ نہ تھا، اسی لیے عرب کے سب ہی امین کہلاتے ہیں، ایسے ملک اور ایسے سامان کئے کہ عربوں کے لوگوں میں جو خال خال کوئی علم وحکمت اور خط وکتابت سیکھ لیتا تھا، آپ کو اس کے سیکھنے کا بھی موقع نہ دیا گیا، ان حالات میں پیدا ہونے والے انسان سے علم وحکمت کا غیر منقطع سلسلہ آپ کی زبان مبارک پر جاری فرما دیا، فصاحت وبلاغت میں عرب کے بڑے بڑے شعراء وبلغاء آپ کے سامنے عاجز ہو گئے، یہ ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ تھا کہ ہر آنکھوں والا اس کو دیکھ کر یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے کمالات انسانی سعی وعمل کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے غیبی عطیات ہیں، خط وکتابت کی تعلیم نہ دینے میں بھی یہی حکمت تھی۔ (ماخوذ از قرطبی)

''عَلَّمَ الانسانَ ما لَمْ یَعْلَمْ'' اس سے پہلی آیت میں تعلیم کے ایک خاص ذریعہ کا ذکر تھا، جو عام طور پر تعلیم کے لیے استعمال ہوتا ہے، یعنی قلمی تعلیم۔

قلم ذریعۂ نہیں، بلکہ بے شمار ذرائع ہیں:

اس آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اصل تعلیم دینے والا اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ہے، اور اس کیلئے ذرائع تعلیم بیشمار ہیں، کچھ قلم ہی کے ساتھ مخصوص

نہیں اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم دیا، جس سے وہ پہلے ناواقف تھا، اس میں قلم یا کسی دوسرے ذریعۂ تعلیم کا ذکر نہ فرمانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ کی یہ تعلیم انسان کی ابتداء آفرینش سے جاری ہے، اول اس میں عقل پیدا کی جو سب سے بڑا ذریعۂ علم ہے، انسان اپنی عقل سے خود بغیر کسی تعلیم کے بہت سی چیزیں سمجھتا ہے، پھر اس کے پس وپیش میں اپنی قدرت کا ملہ کے ایسے مناظر اور دلائل قدرت رکھ دیئے، جن کا مشاہدہ کر کے وہ اپنی عقل سے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان سکے، پھر وحی اور الہام کے ذریعہ بہت سی چیزوں کا علم انسان کو عطا فرمایا اور بہت سی ضروری چیزوں کا علم انسان کے ذہن میں خود بخود پیدا فرما دیا، جس میں کسی زبان یا قلم کی تعلیم کا دخل نہیں، ایک بے شعور بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے ساتھ ہی اپنی غذا کے مرکز یعنی ماں کی چھاتیوں کو پہچان لیتا ہے، پھر چھاتی سے دودھ اُتارنے کے لیے منہ کو دبانا (اس کو کس نے سکھایا، اور کون سکھا سکتا تھا، پھر اس کو ایک ہنر رونے کا اللہ تعالیٰ نے اول ولادت ہی سے سکھا دیا، بچے کا یہ رونا اُس کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، اس کو روتا ہوا دیکھ کر، ماں باپ اس فکر میں پڑ جاتے ہیں کہ اس کو کیا تکلیف ہے، اس کی بھوک، پیاس، سردی، گرمی کی سب ضروریات اسی رو دینے سے ہی پوری ہوتی ہیں، یہ رونے کی تعلیم اس نو مولود کو کون کر سکتا تھا اور کس طرح کرتا، یہ سب وہبی علم ہے جو اللہ تعالیٰ ہر جاندار کے خصوصاً انسان کے ذہن میں پیدا فرما دیتا ہے، اس ضروری علم کے بعد پھر زبانی تعلیم، پھر قلبی تعلیم کے ذریعہ اس کے علوم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اور "مالم یعلم" یعنی جس کو وہ نہیں جانتا تھا، اس کی کہنے کی بظاہر کوئی ضرورت نہ تھی؛ کیونکہ عادۃً تعلیم تو اسی چیز کی ہوتی ہے جس کو انسان نہیں جانتا تھا، اس کے فرمانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس خداداد علم وہنر کو انسان اپنا ذاتی کمال نہ سمجھ بیٹھے "مالم یعلم" سے اشارہ فرما دیا، کہ انسان پر ایک ایسا وقت بھی آیا ہے، جب وہ کچھ نہیں جانتا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئا" یعنی اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے بطن سے ایسی حالت میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، معلوم ہوا کہ انسان کو جو بھی علم وہنر ملا ہے وہ اس کا ذاتی نہیں بلکہ سب خالق ومالک کا عطیہ ہے، اور بعض حضرات مفسرین نے اس آیت میں انسان سے حضرت آدم یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد قرار دیا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں جن کو تعلیم دی گئی "وعلم ادم الاسماء کلھا" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ آخری پیغمبر ہیں جن کی تعلیم میں تمام انبیاء سابقین کے علوم اور لوح وقلم کے علوم شامل ہیں کما قال:

وَ مِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَ الْقَلَمِ

مذکورہ تفصیلات سے تحریر وکتابت کی اہمیت کا اندازہ ہو چکا ہو، مگر بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آج مدارس سے فارغ ہونے والوں میں سوائے ایک دو فیصد کے کوئی تحریر وکتابت پر قدرت نہیں رکھتا، اور اگر رکھتا بھی ہے، تو کوئی اتنی خاص معیاری نہیں، لہٰذا ہم بطور رہنمائی کہ مفتی ابولبابہ شاہ منصور کی بہترین کتاب "تحریر کیسے سیکھیں" اسے ضروری اقتباسات نقل کئے دیتے ہیں، امید ہے کہ طلبہ اس جانب بھی متوجہ ہو کر، جہاد باللسان کے ساتھ جہاد بالقلم کیلئے بھی تیاری شروع کر دیں گے۔

تحریر کے پانچ مراحل:

جب کوئی تحریر لکھی جاتی ہے تو لکھنے کے عمل کے آغاز سے اختتام تک کئی مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، تحریر کا معیار افادیت اور مقبولیت ان مراحل سے خوش اسلوبی سے گذر جانے پر موقوف ہوتی ہے، وہ مراحل فطری اور عقلی ومنطقی ترتیب کے اعتبار سے پانچ ہیں: پہلے مرحلے میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ "کیا لکھا جائے" بقیہ مراحل میں یہ طے پاتا ہے کہ کیسے لکھا جائے؟ وہ پانچ مراحل بالترتیب یہ ہیں:

(۱) سوچ وبچار۔
(۲) پیش تحریر۔
(۳) ترتیب وتدوین۔
(۴) نظر ثانی۔

۵) حتمی مسوّدہ۔

(۱) **سوچ وبچار**:

تحریر دراصل اس سوچ وفکر کے لفظی اظہار کا نام ہے جو قلم کار کے ذہن کے نہاں خانوں سے ابھرتی اور قلم کی نب سے گذر کر صفحات پر نقوش بکھیرتی ہے، فکر کی بلند پروازی اور نظر کی وسعت وعمق وہ چیز ہے جس کی بنا پر کسی تحریر میں معلومات اور نظریات نمو پاتے ہیں اور اس کی قدر وقیمت متعین کرتے ہیں، لہٰذا جس قدر سوچ وبچار میں گہرائی اور گیرائی ہوگی، تحریر فکری ونظری اعتبار سے اسی قدر بلند پایہ قرار پائے گی، سوچ وبچار کے عمل سے تحریر کا مرکزی خیال اور اس کے معاون خیالات (یا دلائل وشواہد) ڈھونڈے جاتے ہیں۔

تین ذرائع:

یہ مرکزی خیال اور اس کے معاون خیالات (آئیڈیاز) کس طرح تلاش کیے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تین ذرائع سے: مشاہدہ، مطالعہ اور سماعت۔

قلم کار صبح سے شام تک گھر سے دفتر اور انتظار گاہ سے سیر گاہ تک، بیسیوں چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے، اس رنگا رنگ دنیا کی ہر چیز اسے کچھ نہ کچھ کہتی ہے اور اپنا حال سناتی ہے، اگر فطرت کی ان سرگوشیوں کو سننے کی صلاحیت پیدا کر کے انہیں حروف کی زبان عطا کرنے کا سلیقہ پیدا کرلیا جائے، تو کالموں کی قطار وجود میں آجائے، پھر جس طرح اہل علم وادب اور اہل فکر ودانش کی تحریریں انسان کی سوچ کو نئے زاوئے عطا کرتی اور تحریر کا موضوع سجھاتی ہیں، اسی طرح اہل علم کی صحبتوں میں بیٹھنے سے انسان کو ایسے ملفوظات اور خیالات سننے کو ملتے ہیں، جن کے سماعت سے ٹکراتے ہی اس کے ذہن میں دھماکہ سا ہوتا ہے، اور کوئی ایسا نکتہ ذہن میں آجاتا ہے جو ایک اچھے کالم کا مرکزی خیال بن سکتا ہے، اس کے بعد نکتہ در نکتہ اور سخن در سخن کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے، آدمی اگر بیدار مغز اور حاضر دماغ رہے تو مشاہدہ، مطالعہ اور سماعت تین ایسے ذرائع ہیں، جو اس کو نت نئے خیالات وافکار سے آگاہ کرتے اور ایسے فوائد ونکات کا جہاں کھولتے ہیں جو کامیاب تحریر کی بنیاد بن جاتے ہیں۔

جرنل اور نوٹ بک:

ان خیالات (آئیڈیاز) کو محفوظ کیسے کیا جائے؟ اس کے لیے جرنل یا نوٹ بک کا استعمال کیا جاتا ہے ''جرنل'' یا ''نوٹ بک'' (بیاض) اچھی تحریر کا فن سیکھنے، اچھی تحریر کی مشق کرنے اور اچھے موضوعات تک مسلسل رسائی رکھنے کا ایک بہترین طریقہ ہے، نئے نئے آئیڈیاز کو جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے پاس اس کے لیے جرنل یا پھر کوئی کاپی یا چھوٹی سی نوٹ بک (جو آپ کی جیب میں آسکے) ہر وقت آپ کے پاس رہے۔

آپ کا یہ جرنل یا نوٹ بک دراصل آپ کی آئیڈیاز بک ہے، جس میں آپ کے ذہن میں آنے والے خیالات محفوظ ہوتے رہتے ہیں، اس جرنل یا نوٹ بک میں آپ ذہن میں کسی موضوع سے متعلق جو خیال آئے اسے لکھ لیجیے، کوئی حوالہ ملے اسے لکھ لیجیے، کوئی خیال یا انداز متاثر کرے اسے لکھ لیجیے، کوئی تجربہ متاثر کرے اسے درج کر لیجیے۔

زندگی میں روزانہ ایسے بے شمار واقعات آتے ہیں جن کی یاداشت لکھنے کی ضرورت رہتی ہے، جرنل کی صورت میں یہ تجربہ یا خیال آپ کے پاس محفوظ ہوجاتا ہے، اگر یہ جرنل نہ ہو تو تجربہ یا خیال ضائع ہوجائے گا۔

جب بھی آپ اپنی بیاض پر کچھ لکھیں، دس سے بیس منٹ اس پر توجہ دیجیے، موضوع پر توجہ مرکوز کیجئے اور چاہیں تو مزید اضافہ کرسکتے ہیں، جرنل پر حاشیہ بنا کر بھی لکھ سکتے ہیں، اس سے آپ کو بعض اہم نکتے حاشیے میں نمایاں کرنے میں مدد ملے گی، کسی خاص عنوان یا نکتے تک پہنچنے اور اس پر توجہ مبذول کرنے میں آسانی بھی ہوگی اور وقت بھی بچے گا، کسی خاص نکتے کو نمایاں کرنے کے لیے آپ ایسے انڈر لائن یا زیر حلقہ بھی کرسکتے ہیں۔

(۲) **پیش تحریر**:

پیش تحریر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، تحریر سے پہلے کا قدم ہے جس میں تحریر کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے، آپ کے ذہن میں جو اچھوتا خیال

آیا ہے، اور آپ اُسے تحریر کرنا چاہ رہے ہیں، پیش تحریر اس خام خیال (یا خیالات) کو منضبط اور پختہ کرنے کا نام ہے، اس میں ذہنی برانگیخت (برین اسٹارنگ) کی تکنیک کے ذریعے ذہن کو متعلقہ خیال یا موضوع پر مرکوز کرتے ہوئے ذہن میں آنے والے مزید خیالات کی فہرست بنائی جاتی ہے، ان کو ترتیب دیا جاتا ہے، کم اہم یا غیر متعلقہ خیالات کو الگ کیا جاتا ہے، اس مرحلے میں مصنف یا قلم کار تحریر کا عنوان، موضوع، غرض وغایت، پیغام اور آغاز واختتام کا انداز متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے، متعلقہ معلومات جمع کرتا ہے، حوالہ جات، اعداد وشمار یا حقائق وواقعات اکٹھے کرتا ہے اور ان سب چیزوں کو ترتیب دے کر تحریر کا خاکہ تشکیل دینے کی کوشش کرتا ہے۔

(۳) **تدوین**:

اس مرحلے سے حروف والفاظ کا معرکہ شروع ہوتا ہے، اس میں کامیابی کا دارومدار منتخب الفاظ کو جوڑ کر خوبصورت جملے اور جملوں کو ترتیب دے کر بامعنی پیراگراف وجود میں لانے پر ہوتا ہے ''پیش تحریر'' میں جو خاکہ تیار ہوا ہے اس میں مشاقی سے رنگ بھرنا اور ان رنگوں کو اس انداز میں سجانا کہ قوس قزح کا منظر پیش کریں، اسی مرحلے کا خاصہ ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ مصنف یا مضمون نگار کے پاس:

(۱) الفاظ (بشمول مترادف ومتضاد) اور بامعنی تراکیب کا خاطر خواہ ذخیرہ ہو۔

(۲) محاورات اور ضرب الامثال کے صحیح اور برمحل استعمال سے واقف ہو۔

(۳) املا وانشا کے قواعد کا لحاظ رکھے۔

(۴) مختصر، آسان اور موثر الفاظ میں موضوع کو سمیٹے۔

(۵) موضوع سے وابستگی اور پیراگرافوں میں تسلسل، ربط اور وحدت کا خیال رکھے۔

(۴) **نظر ثانی**:

تحریر کے بارے میں یہ غلط فہمی عام طور پر پائی جاتی ہے کہ موثر تحریر کا عمل بس ایک ہی بار میں تکمیل پاجاتا ہے، گویا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں، اس کا حتمی مسودہ پہلی ہی بار میں خامیوں سے پاک اور معیاری ہوتا ہے؛ لیکن ایسا نہیں ہے، ایک اچھا اور معیاری مسودہ کئی بار نظر ڈالنے اور اس میں اصلاح کرنے کے بعد وجود میں آتا ہے، اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مصنف جوں جوں تجربہ کار ہوتا جاتا ہے، نظر ثانی کا عمل کم سے کم ہوتا رہتا ہے۔

پیشہ ور قلم کاروں کے لیے جو کسی اخبار یا ہفت روزہ کے لیے لکھ رہے ہیں، ایک محدود وقت میں اپنے مسود کو حتمی (فائنل) کرنا ضروری ہوتا ہے؛ لیکن اگر آپ کوئی کتاب لکھ رہے ہیں جس میں وقت کی قید نہیں، تب آپ کو زیادہ سے زیادہ مرتبہ اپنے مسودے پر نظر ثانی کرنی چاہیے، اس سے کتاب کا معیار بڑھے گا، اور اس کی قدر میں اضافہ ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ اچھی معیاری اور مؤثر تحریر کے لیے وقت، محنت، یکسوئی اور صبر کی ضرورت ہے تاکہ اس کو قاری کی نظر سے پڑھا جائے اور ناقد کی حیثیت سے نظر ثانی کی جاتی رہے، نظر ثانی کا عمل تحریر کو بہتر کرنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے اور اس سے مراد محض لفظی تصحیح نہیں، بلکہ اس میں لفظوں کی عدالت میں پیش ہوکر بہت سے کام کیے جاتے ہیں، مثلاً:

☆......الفاظ کی نوک پلک، نشست وبرخاست اور استعمال کی درستی۔

☆......لہجوں اور شوشوں پر توجہ، املا وانشا کے قواعد اور رموز اوقاف کا لحاظ۔

☆......حشو وزوائد اور غیر متعلقہ تفصیلات ومعلومات کا اخراج تاکہ تحریر میں ربط اور وحدت پیدا ہوسکے۔

نظر ثانی بقلم خود بھی ہوتی ہے، اور کسی استاد فن کو دکھا کر بھی، ماہر فن کی طرف سے دی گئی اصلاح وادارت (ایڈیٹنگ) نظر ثانی کا اعلیٰ درجہ ہے، ناپختہ ذہن کا نوآموز تو محض قلم کار ہوتا ہے، مشق وتجربے کے طویل اور جاں گسل مراحل سے گذرنے کے بعد، مدیر کا مقام آتا ہے،

مدیر کا درجہ، مصنف یا قلم کار سے بہت آگے کا ہے، فن پر اس کی گرفت اور معلومات کی وسعت، اسے یہ استحقاق دیتی ہے کہ وہ اپنی میز پر آئی ہوئی تحریروں میں حسب منشا کانٹ چھانٹ، قطع و برید، اصطلاح و ترمیم اور کمی بیشی کرے، یہ اس کا بنیادی اور منصبی حق ہے، جس پر قلم کار کو، ناک بھوں چڑھانے کی بجائے، شکرگذار ہونا چاہیے۔

انسان کا ذہن اگر کسی حادثے کا شکار نہ ہو تو چونکہ وہ ہر لحہ ارتقا پذیر ہے، اس لیے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کے کام کا معیار قدرتی طور پر ارتقائی مراحل طے کر لیتا ہے اور بہتر ہو جاتا ہے، اس لیے مشہور ہے کہ نظر ثانی کا عمل جتنی زیادہ مدت کے بعد کیا جائے گا، اتنا ہی مؤثر اور مفید ہوگا، بعض مشہور ادیب تحریر لکھنے کے بعد، اسے رکھ کر بھول جاتے ہیں، اور پھر ایک مناسب وقفے کے بعد دوبارہ اسے ایک ناقد کی نظر سے دیکھ کر تراش خراش کرتے اور سنوارتے سجاتے ہیں۔

(۵) حتمی مسودہ:

تحریر کی آخری ترمیم شدہ شکل، حتمی مسودہ کہلاتی ہے، چونکہ انسان کی کاوشوں میں اصلاح، بہتری اور عمدہ تر ہونے کی گنجائش ہر وقت موجود ہوتی ہے، اس لیے اپنے فرض سے شغف اور کام سے لگن رکھنے والے قلم کار، اس پر وقتاً فوقتاً نظر ڈالتے رہتے ہیں، اور شائع ہونے کے بعد بھی اس کا جائزہ لیتے اور اپنی کوتاہی کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہوئے اس میں تغیر و ترمیم کرتے رہتے ہیں۔

تحریر کے تین مقاصد:

یہ تو تحریر کے پانچ مراحل تھے، یہ مراحل چوں کہ تحریر کے مقاصد سے پیوست اور مربوط ہوتے ہیں اس لیے ان کا مختصر ذکر بھی ضروری ہے۔

عام طور پر تحریر کے تین مقاصد بیان کیے جاتے ہیں:

(۱) معلومات فراہم کرنا۔

(۲) دعوت و ترغیب۔

(۳) تفریح مہیا کرنا۔

دراصل ان میں مقصد کا لفظ پہلے دو پر صادق آتا ہے، تیسری چیز بذات خود مقصود نہیں بلکہ پہلے دو مقاصد کی تکمیل اور حصول کا ایک ذریعہ ہے، تحریر میں شگفتہ مزاج اور سنجیدہ و بامعنی طنز ہو تو اس کے ضمن میں کام کی بات بہت خوبی سے کہی جا سکتی اور بہت آسانی سے قاری کے دل میں اتاری جا سکتی ہے۔

یہ تینوں مقاصد آپس میں متباین نہیں کہ جہاں ایک دوسرے کا گذر نہ ہو سکے بلکہ یہ کسی تحریر میں اکٹھے بھی ہو سکتے ہیں، جیسے اعداد و شمار اور حقائق و واقعات پر مشتمل ایک مستند معلوماتی تحریر جس میں کہیں کہیں طنز و مزاح کی چاشنی بھی ہو، دعوت و ترغیب کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے، ایسی تحریر بیک وقت ان تینوں مقاصد کی حامل ہوگی اور معیاری اور مقبول تحریر قرار پائے گی۔

تحریر کے ابتدائی مراحل یعنی غور و فکر اور خاکہ سازی جس طرح ان مقاصد سے مربوط ہوتے ہیں اسی طرح اس کا وسطی مرحلہ یعنی تحریر و تدوین اور اختتامی مراحل یعنی نظر ثانی اور حتمی صورت گری کو بھی مقاصد کی اثر انگیزی سے مبرّہ قرار نہیں دیا جا سکتا، واقعہ یہ ہے کہ تحریر ان تمام مراحل میں مصنف یا صاحب قلم ان مقاصد ثلاثہ سے شعوری یا لا شعوری طور پر اثر پذیر ہوتا ہے، اس لیے یہاں تحریر کے مراحل و مقاصد کو یکجا بیان کر دیا گیا ہے۔

اچھی تحریر کی پانچ معنوی خوبیاں:

پاکستان میں کھانے پینے کا رواج گزشتہ ڈیڑھ دو سال سے بہت بڑھ گیا ہے، خاص طور پر کراچی جیسے بڑے شہر میں پہلے اگر چند مخصوص علاقے کھانوں کے بارے میں مشہور تھے تو اب ہر گلی اور ہر محلے میں طرح طرح کے پکوان بن رہے ہیں، صرف یہی نہیں، امریکی اور یورپی کمپنیاں بھی اپنی دکانیں سجائے بیٹھی ہیں اور پاکستانی مسلمان حلال اور حرام کی چھان بین کیے بغیر شوق کے اظہار اور خود نمائی کے لیے ان غیر ملکی ریسٹورانوں میں جا جا کر پیٹ کا دوزخ بھر رہے ہیں۔

لیکن آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا! کہ چند خاص پکوانوں کے لیے چند خاص ہوٹل ہی کیوں مشہور ہو جاتے ہیں اور ایک ہی پکوان کا مزہ اس مخصوص دکان پر خاص الخاص مزہ کیوں ہوتا ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ کھانے کی تیاری کا خاص انداز ہے، اس انداز میں مصالحوں کی شرح، پانی اور گوشت وغیرہ کا تناسب، چولہے پر رکھنے کی مدت، دم وغیرہ ہر چیز شامل ہے، اس طرح ایک منفرد اور ذائقے دار پکوان تیار ہوتا ہے جو دوسرے ہوٹلوں سے معیار میں کہیں بہتر ہوتا ہے۔

اور کچھ یہی حال تحریر کا بھی ہے کہ گزشتہ کچھ عرصے سے قلم کار کا بھی زور ہے، لوگ لکھ رہے ہیں اور بہت سے لکھ تو نہیں رہے، لکھنا چاہتے ہیں لیکن پکوان کی طرح تحریر کے بھی چند لوازمات ہوتے ہیں، اگر تحریر کے اجزائے ترکیبی مکمل نہ ہوں اور ان کی مقدار کا تناسب درست نہ ہو تو اس تحریر کی حیثیت چند منتشر الفاظ کے سوا کچھ نہ ہوگی، جس طرح محض چند مصالحے، پیاز، مرچ، نمک، گوشت، سبزی، پانی، گھی اور تیل ملا دینے اور آگ پر رکھ دینے سے سالن تیار نہیں ہو جاتا، اسی طرح کاغذ قلم تھام کر چند جملے کاغذ پر بکھیر دینے سے تحریر وجود میں نہیں آتی، نو آموزوں کی اکثریت اسی طرز پر چند جملے کاغذ پر بکھیر دیتی ہے، اور پھر ایسے مضمون نگاروں کا اصرار یہ ہوتا ہے کہ ان کی تحریر شائع کی جائے، رسالوں کے ادارتی عملے کو بھی آئے دن اسی قسم کے تلخ تجربات سے گزرنا پڑتا ہے، ایک معروف ماہنامے کے نائب مدیر نے اپنا دلچسپ واقعہ بتایا کہ ایک صاحب نے ایک سیاسی موضوع پر ایک مضمون ان کے ماہنامے میں اشاعت کے لیے بھیجا، پھر انہوں نے دفتر سے رابطہ کیا اور اصرار کیا کہ انہوں نے اس مضمون پر بہت محنت کی ہے اور تین سو روپیہ کی ایک کتاب محض اس مضمون کی تیاری کے لیے خریدی ہے، لہٰذا اس مضمون کو ضرور بالضرور شائع کیا جائے، محترم نائب مدیر نے اس گزارش پر اس مضمون کو خاص اہمیت دی اور کوشش کی کہ یہ مضمون اشاعت کے قابل ہو جائے؛ لیکن نہایت کوشش کے باوجود وہ مضمون قابل اشاعت نہ ہوسکا، الاّ یہ کہ اس مضمون کو نئے سرے سے ہی لکھا جاتا یا وہ اصل کتاب ہی چھاپ دی جاتی جس سے یہ مضمون لکھا گیا تھا۔

جب آپ ایک اچھے لکھاڑی بننے جا رہے ہیں تو اس کے لیے یہی کافی نہیں کہ آپ کی تحریر شائع ہو رہی ہے، یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کی تحریر پڑھی بھی جائے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض اخبارات صرف اس میں چھپنے والے کسی کالم کی وجہ سے خریدے جاتے ہیں، قارئین کا ایسا حلقہ اخبار یا رسالہ خرید کر پورا اخبار یا رسالہ نہیں پڑھتا بلکہ اپنی پسند کے کالم نگار کا کالم پڑھتا ہے۔

اپنی تحریر کو ’پڑھنے کے قابل‘ بنانے کے لیے آپ کو اپنی تحریر میں دلچسپی اور اثر پذیری کی خوبیاں پیدا کرنے کا فن آنا چاہئے، ورنہ آپ کی تحریر شاید خوبصورت ہو، شائع بھی ہو جائے؛ لیکن پڑھی نہیں جائے گی، قلم کار تو بن جائیں گے، لیکن کامیاب قلم کار بننے سے رہ جائیں گے۔

لہٰذا یہ جاننا اور سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ اپنے خیالات کو محض الفاظ میں منتقل کر دینے کا نام تحریر نہیں ہے، آپ کی تحریر اور تصنیف آپ کو اس وقت کامیاب اہل قلم کی صف میں کھڑا کرے گی جب آپ کی تحریر میں درجہ ذیل پانچ خوبیاں موجود ہوں:

۱- براہ راست۔
۲- وضاحت۔
۳- مقصدیت
۴- اختصار و جامعیت۔
۵- مکمل بات

ان پانچ خصوصیتوں کو اپنانے کے بعد ہی تحریر و تصنیف کے میدان میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے، اس لئے اصحاب قلم کو چاہئے کہ ان پانچ خصوصیتوں کو خاص طور سے اپنائیں اور دھیان میں رکھیں۔

فکروعمل

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار بنو!

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۲۹/ مارچ ۲۰۱۱ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نمازیوں کے سامنے ہوا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

اے لوگو! انصاف قائم کرنے والے بنو!

اللہ تبارک وتعالی نے مسلمانوں کو اس دنیا کے اندر ایک اہم خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو! اے مسلمانو! اللہ کو ایک ماننے والو! انصاف کے علمبردار بن جاؤ، انصاف کی بات کرو، اللہ کے لئے گواہ بن جاؤ، چاہے یہ انصاف اور یہ گواہی خود تمہارے خلاف پڑجائے، یا جس کے خلاف پڑے وہ خود تمہارے والدین ہوں یا تمہارے رشتہ دار ہوں، بات حق کہو، انصاف کی کہو، منہ دیکھی مت کہو، آج ہمارے معاشرہ میں، ہمارے ماحول میں یہ سب ہورہا ہے، انصاف نہیں ہورہا ظلم ہورہا ہے، بدعنوانی ہورہی ہے، بے اصولی ہورہی ہے، اور انصاف کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں، نام انصاف کا، نام عدل کا، نام حق کا، اس کے پس پردہ ناانصافی اور حق کی پامالی، دوسروں پر ظلم وزیادتی، اس کا دور دورہ ہے، ہمارے معاشرہ کے اندر یہ بات عام طور سے پائی جارہی ہے، کوئی اس کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں، حالانکہ اللہ تبارک وتعالی کا حکم ہے:

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْعَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْفَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوْا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْتُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا"۔

''اے ایمان والو! انصاف کو لیکر کھڑے ہونے والے بن جاؤ، اللہ کیلئے گواہی دینے والے بن جاؤ، اگر چہ اپنی جانوں کے خلاف وہ گواہی کیوں نہ ہو یا والدین اور رشتہ داروں کے خلاف کیوں نہ ہو، اگر وہ مالدار یا فقیر ہے تو اللہ ان سے زیادہ محبت والا ہے، تو خواہشات کے پیچھے مت پڑو، کہ تم انصاف نہ کرو، اور اگر تم منہ موڑو گے یا اعراض کروگے تو یقیناً اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے''۔

کسی مفاد کی خاطر جھوٹ مت بولو!:

مسلمانو! صاف بات کہو، حق والی کہو، انصاف والی کہو، گواہی اللہ کے لئے دو، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کسی نے کسی کے ساتھ ظلم کیا ہے، اور ہمارے سامنے والے سے، فریق مخالف سے ہماری رشتہ داری ہے، یا ہماری دوستی ہے، یا ہمارا پڑوس ہے، اس سے ہمارا کسی بھی طرح کا مفاد وابستہ ہے، یا اس سے ہمارا کسی بھی طرح کا تعلق ہے، یا وہ طاقتور ہے، یا اس کا جتھا ہے یا اس کا خاندان ہے، یا اس کی کسی بھی طرح کی کوئی پہنچ ہے یا پکڑ ہے، اس سے بچنے کے لئے حق کو چھپا دیتے ہیں اور ناانصافی اور ناحق کی بات کہہ دیتے ہیں، تو یہ بڑے خطرے کی بات ہے؛ کیونکہ ہم نے دیکھا کہ سامنے والا چودھری ہے، سامنے والا طاقت والا ہے، یا یہ دیکھا کہ سامنے والے سے ہماری کچھ رشتہ داری ہے، یا اقربیت یا عزیز داری کا کوئی معاملہ ہے، تو ہم حق بات کو چھپا دیتے ہیں، ناانصافی کی بات کہہ دیتے ہیں، دیکھنے میں اچھے خاصے ملاجی داڑھی والے، نمازی، حاجی، سب کچھ لیکن جب انصاف کی بات آئی ہے، تو انصاف کے سلسلہ میں ڈنڈی مار دیتے ہیں، اور جھوٹی قسم کھالیتے ہیں، جھوٹی گواہی دیدیتے ہیں، چند ٹکوں کی وجہ سے کوئی معاملہ ہوجائے، عدالت میں جانا پڑجائے، وکیل کو پانچ سو روپے یا دو ہزار روپے دئے، یا جیسی اس کی فیس ہے، حق کو ناحق کہلواؤ، جھوٹی بات کو سچ کرادو، جس کا حق ہے، اس حق کو ناحق کرادو، اور جس کا حق نہیں اس کو حق والا بنادو، آج

کل یہ سب دنیا میں چلتا ہے۔

اے لوگو! جھوٹے گواہ مت بنو:

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم کے اندر اس سلسلہ میں بڑے صاف اور واضح انداز میں فرمایا: ”یاایھاالذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط“ قوام بن جاؤ، کس چیز کے؟ قسط کے، کس چیز کے؟ انصاف کے، حق کے، صحیح بات کے، عدل کے قوام بن جاؤ، اس کے علمبردار بن جاؤ، اس کی آواز سناؤ، حق کو حق کہو، ناحق کو ناحق کہو، انصاف کی بات کرو، گواہی بھی اللہ کے لئے دو، اللہ ہی کے لئے گواہ بنو ”شھداء للہ“ اللہ نے کہہ دیا وضاحت کے ساتھ، گواہی چاہے تمہارے نفس کے خلاف پڑ جائے، خود تمہاری جان کے خلاف پڑ جائے لیکن بات حق کہو، آپ تھوڑے سے پھنس جاؤ گے، تھوڑی سی ذلت ہوگی، کہاں؟ سو آدمیوں میں، مظفرآباد کے پچاس آدمیوں میں یا ایک ہزار آدمیوں میں؛ لیکن کل کی بے عزتی، کل کی توہین اور ذلت سے بچ جاؤ گے، جہاں پوری کائنات کی مخلوق جمع ہوگی، وہاں کی توہین، وہاں کی ذلت برداشت نہیں کر پاؤ گے، یہاں مظفرآباد کی یا سو دو سو آدمیوں کی یا رشتہ داروں کی یا خاندان والوں کی ذلت تو برداشت کرلو گے، ایک دو دن منہ چھپالو گے، اگرچہ آپ کو دھمکی بھی مل جائے گی کہ تم نے ہمارے خلاف ایسی بات کہی تم کو مٹا دیا جائے گا، صفحہ ہستی سے ختم کر دیا جائے گا، تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں، تمہارے بچوں کو یتیم کر دیا جائے گا، تمہاری بیوی کو بیوہ کر دیا جائے گا، یہ دھمکیاں بھی دی جاتی ہیں، تھوڑی دیر کے لئے؛ لیکن اگر آپ نے حق بولا، حق بولکر تھوڑا سا تو زور پڑے گا؛ لیکن اللہ کی طرف سے مدد بھی آئے گی، اللہ آپ کا معاون ہوگا، اللہ آپ کا مددگار ہوگا، اللہ آپ کو یہاں کی ذلت سے بھی بچائے گا، جس کو آپ تھوڑی سی دیر کے لئے ذلت سمجھ رہے ہیں، اور آخرت کی ذلت سے بھی بچائے گا، جس کو برداشت کرنے کی کسی کے اندر طاقت نہیں۔

گواہی دینے میں امیر وغریب کو نہ دیکھا جائے:

اگرچہ یہ گواہی آپ کے خلاف پڑ جائے ”ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین“ یا آپ کے والدین کے خلاف پڑ جائے، آپ کے قریب سے قریب رشتہ دار کے خلاف پڑ جائے ”ان یکن غنیا أو فقیرا“ یہ نہ دیکھو کہ یہ چودھری صاحب ہیں، مالدار صاحب ہیں، اور یہ بیچارے غریب ہیں، تو کسی کے بھی ساتھ ناانصافی نہیں کرنی، غریب ہے تو اس کے ساتھ بھی ناانصافی نہیں کرنی چاہئے، کہ بیچارہ کے پاس کچھ ہے نہیں، اس لئے جھوٹ بول دو، نہیں سچ بولو، صحیح گواہی دو، اگر وہ غریب ہے، اگر وہ محتاج ہے تو ”فاللہ اولی بھما“ اللہ تبارک وتعالی زیادہ خیر خواہ ہے، آپ لوگوں کی خیر خواہی سے کیا کام چلے گا، ارے اگر وہ غریب ہے، آپ نے اس پر دوسرے کی زمین دبوادی، ایک فٹ، دوفٹ، تو آپ کی خیر خواہی زیادہ دیر تھوڑا ہی چلنے والی ہے چونکہ اللہ تعالی سب سے زیادہ خیر خواہ ہے۔

خواھشات نفس کی پیروی نہ کی جائے:

عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ جس کا پلڑا بھاری ہوتا ہے، اسی کے حق میں گواہی دی جاتی ہے، جب کہ ایسا کرنا غلط ہے، چونکہ یہ شیطان کی پیروی ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ شیطان کی پیروی نہ کی جائے ”فلاتتبعوا الھوی“ کہ خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اور نفس کی اتباع نہ کرنا؛ اگر آپ نے شیطان کی اور نفس کی پیروی کی تو کہیں انصاف کا ترازو آپ کے ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے، انصاف کا پلڑا آپ کے ہاتھوں سے نہ چلا جائے، آپ نے ان حالات کو دیکھا، آپ نے اللہ کے حکم کو نہ مانا، اللہ کے پیغام کو نہ سنا، تو اس کا انجام غلط ہوگا۔

گواھی میں حق کا دامن نہ چھوٹنے پائے:

جب آپ کو گواہ بنایا جائے تو انصاف سے کام لو، حق بات کو نہ چھپاؤ، کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ اپنے خاندان کی عزت دیکھی، اپنے رشتہ داروں اور محلّہ والوں کی عزت دیکھی تو حق کو چھپایا تو ”ان تعدلوا“ ہوسکتا ہے حق کا دامن آپ کے ہاتھ سے چھوٹ جائے ”وان تلووا“ اور اگر لگی لپٹی بات کی اور حق سے منہ موڑا ”او تعرضوا“ یا حق سے اعراض کیا تو اللہ تبارک وتعالی تمہارے حالات کو دیکھ رہا ہے، تمہارے

دلوں کو دیکھ رہا ہے، تمہاری گواہی اور تمہارے انصاف کو دیکھ رہا ہے، تم نے کس ناحیہ سے، کس اعتبار سے، کیا سوچ کر یہ گواہی دی، کیا سوچ کر یہ فیصلہ کیا، تمہارے دلوں کے اندر کیا بات چھپی ہوئی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے خود باخبر ہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ جب جس چیز کو دیکھتا ہے، اسکے سلسلہ میں جو فیصلہ کرتا ہے، تو اس کے فیصلے کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے "فلا یقضی علیہ" اللہ نے اگر کوئی فیصلہ کر دیا تو اس کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، دنیا کے تمام فیصلوں کو چیلنج کیا جا سکتا ہے، دنیا کا کتنا ہی بڑا جج اور کتنا ہی بڑا منصف ہو اس کو چیلنج کیا جا سکتا ہے؛ لیکن جس فیصلہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کرے اس کو کوئی بھی طاقت چیلنج نہیں کر سکتی۔

حق بات پر جمے رہو!:

میرے دوستو! اور میرے دینی بھائیو! کوشش کرنی ہے کہ بات حق کہیں، بات انصاف کی کریں، ہمارے معاشرہ سے، ہمارے ماحول سے ہماری بستیوں سے اور ہمارے گھروں اور ہمارے خاندان سے انصاف کی اور حق بات کی جو ایک خوبی تھی، جو ایک عادت تھی، جو ایک چلن تھا وہ ختم ہوتا جا رہا ہے، ضرورت ہے کہ ہم زندگی کے ہر ماحول میں، زندگی کے ہر گوشہ میں اور ہر جگہ پر انصاف کی ترازو کو ہاتھ میں لے کر بیٹھیں اور حق بات کہیں، حق کی گواہی دیں، اور حق بات پر جمے رہیں، ناحق کی گواہی نہ دیں، چند ٹکوں کے بدلے میں اپنی آخرت کو تباہ و برباد نہ کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صحیح بات کہنے کی اور حقیقت پسندی کی اور انصاف کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے......صفحہ ۱۸/ کا﴾

خلاصہ : اس مقالہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلامی بینک کاری ایک مبارک کوشش ہے جس کا مقصد سود کی نحوست اور دنیاوی وبال اور اخروی عذاب سے نجات حاصل کرنا ہے، ظاہر ہے یہ نظام "القول الاخیر" اس بات میں نہیں ہے کیونکہ اس کی بیشتر خدمات میں وہی معاشی نقص پائے جاتے ہیں جو دیگر سودی بینکوں کی خدمات میں پائے جاتے ہیں، لیکن اس میں شک کہ ان سب کے باوجود اسلامی بینک کاری کی کوشش میں نفاذ شریعت اور احکام فقہ اسلامی کی پیروی کی فکر ہمیشہ رہتی ہے۔

اس کے برعکس بعض ایسے خطرات اور اندیشے ہیں جن سے موجودہ نظام اسلامی بینک کاری کو دوچار ہونا پڑ رہا ہے، امید ہے کہ اس مقالے کے ذریعہ برصغیر خاص طور سے ہندوستان کے متعدد علمائے گرامی اور دینی ادارے کو ان اصلی خطرات سے آشنا اور روشناس کیا جائے، اس وقت ضرورت ہے ان شہباز فقہی شہسواروں کی جوان سنلاخ وادیوں میں بخوبی قدم جما سکیں، اور پھر عالم اسلامی اور عربی کو ظفر احمد عثمانی (مصنف اعلاء السنن) اور محدث ہند مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور محمود خان ٹونکی (مصنف معجم المصنفین) اور نہ جانے کتنے عبقری اور نابغہ روزگار اور خادم دین وملت کی یاد تازہ کر دے۔ آمین

نعت شریف

اس واسطے میں جاؤں سو بار مدینے میں
موجود ہیں امت کے غمخوار مدینے میں
اللہ نے جو بخشا شہکار مدینے میں
وہ دین مبیں کے ہیں مختار مدینے میں
کہنے کو تو دنیا میں ہر قوم کے رہبر ہیں
پر شاہوں کے شاہاں ہیں سرکار مدینے میں
رمضاں میں کبھی جاؤں کرنے کیلئے عمرہ
اے کاش کروں میں بھی افطار مدینے میں
مایوس نہ ہو اے دل گرخوابوں سے وہ روٹھے
کرتے ہیں چلو چل کر دیدار مدینے میں
مجرم ہوں میں عاصی ہوں بخشش کا میں طالب ہوں
ہر دکھ کا کروں گا میں اظہار مدینے میں
مکہ ہے میرا دشمن آقا نے کہا کیا غم
سینے سے لگائیں گے انصار مدینے میں
پیغام قمر ان سے کہنا یہ صبا میرا
آنے کو تڑپتا ہے ہر بار مدینے میں

مولانا ذی النورین قمر

استاد مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد

تجزیہ

تدوین حدیث کا آغاز اور اس کا طریقہ کار

مولانا محمد سلمان دہلوی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس وقت جس موضوع پر قلم کو جنبش دینے اور اپنے منتشر خیالات وافکار کو سمیٹ کر زینت قرطاس بنانے اور ناقص مطالعہ کا خلاصہ ونچوڑ غیر مرتب انداز میں پیش کرنے کی ایک طفلانہ کاوش اور طالب علمانہ کوشش کر رہا ہوں وہ ہے ''تدوین حدیث کا آغاز اور اس کا طریقہ کار'' صفحات کی تنگ دامنی اس کی اجازت نہیں دیتی کہ حدیث کی اہمیت، افادیت، ضرورت اور فضیلت پر روشنی ڈالی جائے، اس لئے اصل موضوع کی طرف عنان قلم کو موڑتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ مستشرقین، حدیث کے منکرین اور اسلام کے معاندین کی انتہائی خطرناک سازش یہ ہے کہ پورے ذخیرۂ حدیث کو بے وقعت اور بے بنیاد قرار دیکر اسلام کی عمارت کو نہ صرف متزلزل کر دیا جائے بلکہ اس میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کر کے اسے زمین بوس کر دیا جائے، تاکہ قرآن وحدیث کے درمیان کوئی مطابقت باقی نہ رہے اور یہ امت سرمایہ حدیث سے یکسر محروم ہو کر ایمان واسلام ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے، لہٰذا معاندین اسلام نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے جو بے شمار طریقے اختیار کئے ان میں شاید سب سے زیادہ ضرر رساں وہ پروپیگنڈہ ہے جو انہوں نے احادیث نبویہ کے خلاف کیا، اس سلسلہ میں انہوں نے دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ حدیثیں تین سو برس کے بعد قید تحریر میں آئی ہیں، اس لئے اس کا پورا ذخیرہ ناقابل برداشت ہے اور اعتبار کے قابل بھی نہیں ہے، لیکن یہ بیان واقعات وحقائق کے خلاف ہے کیونکہ حدیثیں عہد نبوی سے ہی لکھی جانے لگی تھیں، خود عہد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہزاروں حدیثیں لکھی گئیں، صحابہ کرام آپ کے سامنے لکھتے تھے، آپ خود ضروری باتیں لکھا دیتے تھے۔ (تدوین حدیث صفحہ ۱۴)

منکرین حدیث کی جانب سے حدیث کی صحت ووثوق پر جو شبہات پیش کئے جاتے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے حافظے پر پچھلے بزرگوں کے حافظوں کو قیاس کرتے ہیں، حالانکہ ان کے اور ان کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔

مسلمانوں نے قرآن مجید کے حفظ وضبط اور تحریر وترویج کے ساتھ احادیث کی نشر واشاعت اور حفاظت وصیانت کی جانب خاص توجہ مبذول کی، ان کی کوششوں کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ جس طرح آج ہزاروں سال گزرنے کے بعد قرآن مجید ہر قسم کے تغیر وتبدل اور تحریف وتبدیل سے پاک ہے، اسی طرح غیر معمولی صحت کے ساتھ لاکھوں حدیثیں اوراق کتب وصحف میں محفوظ ہیں، کیونکہ یہ دین آخری اور کامل ہے اور یہ شریعت دائمی نمونہ عمل ہے، اس میں قیامت تک کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن مجید کے ساتھ احادیث کی جانب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ شروع سے رہی ہے، صحابہ کو آیات سناتے اور ان کے معانی ومطالب سے آگاہ کرتے، اسلامی احکام کی تشریح کرتے، اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح فرماتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ارشادات نبوی سنتے اور انہیں یاد رکھنے کا اہتمام فرماتے اور اس درجہ اہتمام کرتے کہ بہت سے اصحاب نے دنیا کے سارے علائق کو چھوڑ رکھا تھا، اور شبانہ روز اسی میں وقت گزارتے تھے، اصحاب صفہ کا پورا گروہ اسی قسم کا تھا، ان کے علاوہ جن صحابہ کو روزمرہ کی خوانگی ضرورتوں کی بنا پر اس کا موقع نہ ملتا انہوں نے احادیث سننے اور مجلس

رسول میں حاضر ہونے کے لئے آپس میں باری مقرر کرلی تھی۔

ابتدائے اسلام میں حدیثیں یاد کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کا طریقہ رائج رہا، یہ سینہ بسینہ منتقل ہونے کا رواج مصلحت کے تحت تھا، قرآن مجید کے علاوہ ہر چیز لکھنے کی ممانعت تھی، مقصد کلام الٰہی کو تحریف سے محفوظ رکھنا اور آیات کو اختلاط سے بچانا تھا، لیکن جب اسلام لوگوں کے دلوں میں راسخ ہوگیا اور قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہو چکا، اختلاط کا اندیشہ باقی نہ رہا، تو کتابت حدیث کی اجازت دیدی گئی، چنانچہ بہت سے صحابہ نے لکھنے کا اہتمام کیا اوران کے مجموعے تیار ہوئے اوراس طرح عہد رسالت ہی سے سینوں کی یہ امانت صحیفوں میں منتقل ہونے لگی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا صحیفہ ''صادقہ'' کے نام سے مشہور ہوا، ان کے علاوہ حضرت علی، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کچھ روایتیں قلم بند کی تھیں۔

صحابہ کرام کی ان تحریروں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض ضروری احکام وہدایات لکھا دیا کرتے تھے، چنانچہ بخاری شریف کتاب العلم میں مستقل ایک عنوان ''باب کتاب العلم'' ہے، جس کے تحت ایک صحابی ابوشاہ کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا پورا خطبہ لکھوایا تھا۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ''خطبات مدراس'' میں اس قسم کے بہت سے واقعات جمع کردیئے ہیں، مزید استفادہ کے لئے اس کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے، علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط اور معاہدے آج بھی تحریری شکل میں موجود ہیں، صحابہ کرام مرتب کردہ حدیث کے مجموعوں میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے مکثرین حدیث کی تحریریں بھی ہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تدوین حدیث صفحہ ۴۶ تا ۵۳/واضح رہے کہ حفاظت حدیث کا راستہ صرف کتابت ہی نہیں بلکہ دوسرے قابل اعتماد ذرائع بھی ہیں، اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں حفاظت حدیث کے لئے تین طریقے استعمال کئے گئے ہیں:

(۱) حفظ روایت (۲) طریقہ تعامل (۳) کتابت

پھر دوسری صدی ہجری میں تدوین حدیث کا کام اور زیادہ قوت کے ساتھ شروع ہوا، اس دور میں جو کتب حدیث لکھی گئیں ان کی تعداد بیس سے بھی زائد ہے، اس کے بعد تیسری صدی ہجری میں تدوین حدیث کا کام اپنے شباب پر پہنچ گیا، اسانید طویل ہوگئیں، اسی دور میں صحاح ستہ کی تالیف کی گئی۔

یہ تھی تدوین حدیث کے آغاز اوراس کے طریقہ کار کی ایک مختصر سی جھلک، ورنہ بھرپور اور تفصیل کے لئے کئی صفحات درکار ہیں:

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے

حجیت حدیث پر مفتی تقی عثانی کی کتاب اس موضوع پر مختصر، جامع اور بے حد مفید ہے، حدیث کی حجت ہونے کی دلیل قرآن کریم کی آیت "إنا نحن نزلنا الذكر وان له لحافظون" قرآن ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں، اوراحادیث قرآن کی توضیح ہیں، تو قرآن کی حفاظت سے احادیث کی حفاظت لازم آتی ہے، دوسری جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے: "وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحىٰ" کہ پیغمبر خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتے ہیں، وہ وحی ہوتی ہے، اگر وحی متلو ہے تو قرآن اور اگر وحی غیر متلو تو حدیث، اسی طرح حضور کا ارشاد ہے: "تركت فيكم ثقلين" میں تمہارے درمیان دو بھاری بھرکم چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے، ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک تو اللہ کی کتاب ہے، دوسرا میری سنت ہے، اب اگر کسی کو شک یا اعتراض ہو یا کسی کا عقلی توازن بگڑ چکا ہو تو ایسے لوگوں کو سوائے علاج کے اور کیا مشورہ دیا جاسکتا ہے، خوف طوالت تحریر سے گریز کرتے ہوئے انہیں باتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

❁❁❁

جذبہ ایمانی

دین کی خاطر قربانیاں

غوثیہ فاطمی معلّمہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات، مظفرآباد

اللہ تبارک وتعالی کا شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے اسلام کی دولت سے ہم سبھوں کو روشناس کرایا، ہمیں دین وایمان کی صحیح فہم عطا فرمائی، آج یہ دین جو ہم تک پہنچا ہے، اس دین کی خاطر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اکابرین امت نے بڑی سختیاں اور مشقتیں برداشت کیں، حتی کہ اپنی جان کی قربانیاں پیش کیں، خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''دین کی خاطر جتنا مجھے ستایا گیا اتنا کسی نبی کو نہیں ستایا گیا جتنی تکلیفیں اور اذیتیں مجھے پہنچائی گئی اتنی کسی کو نبی کو نہیں پہنچائیں گئیں''۔

نبوت مل جانے کے بعد نو برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں قیام فرماتے رہے اور اپنی امت کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے، کفار مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی دعوت کو لیکر جب طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ دعوت قبول کرنے کے بجائے آپ کے دشمن ہوگئے، آپ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے حتی کہ آپ کے پیچھے اوباش قسم کے غنڈوں کو لگادیا، چنانچہ انہوں نے آپ کے ساتھ نہایت بے رخی اور بداخلاقی کا مظاہرہ کیا، آپ کا مذاق اڑایا، تالیاں پیٹیں، پتھر مارے، غرضیکہ ان ظالموں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اسقدر پتھر برسائے کہ آپ لہولہان ہوگئے اور آپ کے دونوں جوتے خون سے رنگین ہوگئے: ؎

جگہ دیتے تھے جن کو حاملین عرش آنکھوں پر
وہ نعلین مبارک خاک وخوں میں بھر گئے یکسر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر ستایا اور آپ کے ساتھ وہ درندگی کا سلوک کیا جسے آپ زندگی بھر نہ بھلا سکے، چنانچہ ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف کا اظہار فرمایا: ''کان اشد مالقیت منھم یوم الطائف اذ عرضت نفسی علی ابن عبدیالیل'' کہ مجھے سب سے زیادہ اذیت اس وقت پہنچی، جس دن میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل کے بیٹے پر پیش کیا، یعنی میں نے اس کو دین کی دعوت دی اور اس نے میرے ساتھ ناقابل بیان سلوک کیا اور مجھ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جدھر جاتے ادھر سے پتھر ہی پتھر برستے تھے، جس کا نقشہ کسی شاعر نے کیا خوب کھینچا ہے: ؎

جدھر حضرت گزرتے تھے ادھر پتھر برستے تھے
محمد مصطفیٰ پھر بھی دعائے خیر کرتے تھے

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا اسلام:

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جو مسجد نبویؐ کے ہمیشہ مؤذن رہے، شروع میں جو امیہ بن خلف کے غلام تھے، اسلام قبول کرتے ہی ظلم وستم کی چکی میں پسنا شروع ہوگئے، امیہ بن خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا، ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر آپ کے سینے پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا، تاکہ وہ حرکت نہ کرسکیں، اور کہتا تھا کہ یا تو اسی حال میں مرجاؤ اور اگر زندگی چاہتے ہو تو اسلام سے پھر جاؤ، رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے تھے، مگر ان تکلیفوں کے باوجود بھی حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے توحید کا نعرہ بلند کیا اور دامن مصطفیٰ کو نہ چھوڑا، ان حضرات کی جانثاری کا یہ عالم تھا، اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے دنیا کی ہر چیز ان کے تابع کردی تھی، انہوں نے اپنے مولی کی ایسی غلامی کی کہ

اللہ رب العزت نے ہر چیز صحابہ کی غلام بنادی۔

سمندر نے راستہ دیا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب عراق میں مسلمانوں کی قیادت فرما رہے تھے، تو لشکر اسلام کے سامنے ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا (دجلہ) آ گیا، مسلمانوں کا ساٹھ ہزار کا لشکر تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ یہ ترانہ پڑھتے ہوئے دریا میں کود جاؤ، صحابہ کرام نے حضرت سعد کے حکم پر دریا میں کود پڑے اور ان کی زبانوں پر یہ کلمات جاری تھے: "نستعين بالله، ونتوكل عليه، حسبنا الله ونعم الوكيل" حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاں صحابہ کرام کے گھوڑے تھک جاتے تھے تو وہاں سفید زمین یا کوئی ٹیلہ نمودار ہو جاتا تھا، جس پر گھوڑے آرام کر لیتے تھے، اتفاق سے ایک صحابی کا پیالہ پانی میں گر گیا تو انہوں نے فوراً کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالی میرا پیالہ ضائع کردے، الغرض جب لشکر دریا کو عبور کر کے کنارے پر پہنچا، تو ایک ایسی لہر آئی جس سے میرا پیالہ کنارہ پر آ گیا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا اسلام:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے والدین کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں، مکہ کی سخت گرم اور ریتلی زمین میں ان کو تکلیف دی جاتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف سے گزر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت سناتے اور انکے والد حضرت یاسر کو بھی ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا، یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں وفات پاگئے، ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ پر ابوجہل معلون نے ایک برچھا مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں، اس طرح اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہوئی۔

اسلام کی خاطر صرف ایک دو نہیں بلکہ بے شمار صحابہ نے دینی اور اسلامی عظمتوں کو بلند کرنے کے لئے قربانی پیش کیں اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خدا کی رحمتوں سے مالا مال ہوگئے۔

وفیات

❁ مولانا ریاض الدین ندوی جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، مولانا موصوف ایک ملنسار اور دیندار شخص تھے، اللہ تعالی ان کو غریق رحمت کرے۔

❁ امام المنطق والفلسفہ حضرت مولانا عبدالرحیم بستوی استاذ دارالعلوم دیوبند کا انتقال ہوگیا ہے، مولانا موصوف ایک جید استاد ہی نہیں بلکہ اساتذہ اور طلبہ میں بہت محبوب بھی تھے، اپنی پوری زندگی درس وتدریس میں صرف کردی، اللہ تعالی ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

❁ مولانا ابوالحسن اکیڈمی کے جنرل سکریٹری مولانا محمد الیاس ندوی کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند تھی اور غرباء پروری پر یدطولی رکھتی تھی، عورتیں انہیں اپنا محبوب سمجھتی تھیں، خاص طور سے بیواؤں کی وہ بہت قدر شناس تھیں، اللہ تعالی مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔

❁ مولانا شوکت علی صاحب مقیم ممبئی کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، مولانا موصوف ایک مخیرّ اور سلجھے ہوئے عالم باعمل تھے، اللہ تعالی انہیں غریق رحمت کرے اور اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔

❁ ۱۰/اگست ۲۰۱۵ء بروز پیر حاجی عبدالرزاق صاحب مصباحی کا دبئی میں انتقال ہوگیا، مرحوم اہل مدارس کا بہت تعاون کرتے تھے، اللہ تعالی ان کو غریق رحمت کرے۔

❁ ۲۱/ستمبر ۲۰۱۵ء بروز پیر مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری کے والد گرامی کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

❁ ۶/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز منگل ڈاکٹر محمد غیاث الدین صدیقی ندوی کا علی گڑھ میں انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

❁ ۱۷/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز شنبہ بعد نماز مغرب امیر شریعت حضرت مولانا نظام الدین صاحب قاسمی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا انتقال ہوگیا، مولانا موصوف میں بہت ہی خوبیاں تھیں، اللہ انہیں جنت میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے۔

❁ ۱۶/نومبر ۲۰۱۵ء کو ہمارے ادارہ کے ایک محسن جناب حافظ اسماعیل منشی کا انتقال ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف افریقہ کے ایک ملک "لوساکا" زامبیا میں رہتے تھے، جہاں بہت سے دینی ورفاہی تنظیموں سے وابستہ تھے، وہیں ان کے کئی مکاتب چل رہے ہیں، اللہ تعالی ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

ماہنامہ "نقوش اسلام" کے تمام قارئین سے سارے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کی درخواست ہے۔

اصلاحیات

شراب سے بچو یہ ام الخبائث ہے

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ، اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلَاۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُنْتَھُوْنَ"۔(سورۂ مائدہ آیت ۹۰/۹۱)

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں، شیطان کے کاموں میں سے ہیں، لہٰذا تم ان سے بچو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان آپس میں دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، سو کیا تم باز آتے ہو۔(تفسیر انوار البیان)

اس آیت سے پہلے بھی بعض آیات خمر کے بارے میں نازل ہو چکی تھیں، اوّل یہ آیت نازل ہوئی "یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُھُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا"۔(سورۂ بقرہ آیت ۲۱۹)

گو اس سے نہایت واضح اشارہ تحریم خمر کی طرف کیا جا رہا تھا، مگر چونکہ صاف طور پر اس کے چھوڑنے کا حکم نہ تھا، اس لئے حضرت عمرؓ نے سن کر کہا "اللّٰھم بین لنا بیانا شافیاً" اس کے بعد دوسری آیت آئی "یایھا الذین آمنوا لاتقربوا الصلاۃ وانتم سکاری الخ" اس میں بھی تحریم خمر کی تصریح نہ تھی، گو نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوئی اور یہ قرینہ اسی کا تھا کہ غالباً یہ چیز عنقریب کلیۃً حرام ہونیوالی ہے، مگر چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہا کو پہنچ چکا تھا، اور اس کا دفعۃً چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا، اس لئے نہایت حکیمانہ تدریج سے اولاً قلوب میں اس کی نفرت بٹھلائی گئی اور آہستہ آہستہ حکم تحریم سے مانوس کیا گیا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دوسری آیت کو سن کر پھر وہی لفظ کہے "اللّٰھم بین لنا بیاناً شافیاً" آخرکار مائدہ کی یہ آیتیں جو اس وقت ہمارے سامنے ہے: "یایھا الذین آمنوا" سے "فھل انتم منتھون" تک نازل کی گئیں، جس میں صاف صاف بت پرستی کی طرح اس گندی چیز سے بھی اجتناب کرنے کی ہدایت تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ "فھل انتم منتھون" سنتے ہی ہی چلا اٹھے "انتہینا، انتہینا" لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے، خم خانے برباد کر دیئے، مدینہ کی گلی کوچوں سے شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی، سارا عرب اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفت ربانی اور محبت واطاعت نبوی کی شراب طہور سے مخمور ہو گیا اور ام الخبائث کے مقابلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جہاد ایسا کامیاب ہوا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی، خدا کی قدرت دیکھو کہ جس چیز کو قرآن کریم نے اتنا پہلے اتنی شدت سے روکا تھا، آج سب سے بڑے شراب خور ملک امریکہ وغیرہ اس کی خرابیوں اور نقصانات کو محسوس کر کے اس کے مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں "فاعتبروا یا اولی الابصار"۔

سب سے بڑا گناہ:

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ شراب پینا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شراب فواحش اور بے حیائی کی جڑ ہے، اور گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے، جو شراب پیتا ہے، وہ اپنی ماں کے ساتھ بھی بدکاری کر سکتا ہے اور اپنی خالہ اور پھوپھی کے ساتھ بھی

بدکاری کرسکتا ہے۔(الترغیب والترہیب)

شراب پینے سے چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شراب ام الخبائث ہے، جو شخص شراب پئے گا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی، پھر اگر اس حال میں مرتا ہے کہ اس کے پیٹ میں شراب کے اثرات موجود ہوں تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔(المعجم الاوسط)

شراب پینا ایسا منحوس اور ناپاک ترین گناہ ہے کہ شراب پینے کے بعد اس گناہ کا اثر چالیس دن تک باقی رہتا ہے، اور اس کو چالیس دن تک توبہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، جس کے نتیجہ میں اس درمیان اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی، اگر خدانخواستہ اس کے پیٹ اور جسم سے شراب کے اثرات ختم ہونے سے پہلے موت آجاتی ہے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا، اور زمانہ جاہلیت میں ایمان والے نہیں تھے سب کے سب کافر و مشرک تھے تو اسکی موت بھی انہی کی طرح کفر و شرک پر ہوگی، اور اسکے اوپر جنت حرام کردی جائے گی۔

تین قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی اللہ کے یہاں پہنچتی ہے:

(۱) شرابی یہاں تک صحت یاب ہو کر توبہ کرلے۔

(۲) ایسی عورت جس کا شوہر اس سے ناراض رہتا ہو۔

(۳) ایسا غلام جو مالک کے یہاں سے بھاگ گیا ہو، حتی کہ واپس آکر اپنا ہاتھ اپنے مالکوں کے ہاتھ پر رکھ دے۔(المعجم الاوسط)

چار قسم کے لوگ رحمت الٰہی سے محروم ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا:

(۱) ماں باپ کا نافرمان۔

(۲) احسان جتلانے والا۔

(۳) شراب میں مست رہنے والا۔

(۴) تقدیر کو جھٹلانے والا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن ہر مخلوق کو رحمت کی نظر سے دیکھے گا، مگر ان چار لوگوں کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوگی؛ بلکہ ان کے اوپر ہر طرف سے غضب الٰہی اور سخت عذاب مسلط ہوگا۔

شراب کے بارے میں رسول اللہ کی وصیت:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ کسی چیز کو اللہ کا ہمسر اور شریک مت ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے، یا جلا کر راکھ کردیا جائے اور کبھی فرض نماز جان بوجھ کر مت چھوڑنا اس لئے کہ جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز کو ترک کردیتا ہے تو اللہ اور رسول کی ذمہ داری کے دائرہ سے وہ شخص بری ہوجاتا ہے، اور کبھی شراب نہ پینا اس لیے کہ شراب ہر فتنہ کی اور ہر شر کی کنجی ہے۔(ابن ماجہ)

تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے:

(۱) مردوں میں سے دیوث۔

(۲) عورتوں میں سے مردوں کیساتھ جو مشابہت اختیار کرتی ہے۔

(۳) شراب کا عادی۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! بیشک شراب کے عادی کو ہم نے سمجھ لیا، مگر یہ دیوث کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ دیوث وہ شخص ہے جس کو یہ پرواہ نہ ہو کہ اس کے گھر کی عورتوں میں کون آرہا ہے اور کون جارہا ہے۔

شراب کی وجہ سے دس قسم کے لوگوں پر لعنت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق دس شخصوں پر لعنت بھیجی ہے:

(۱) دوسروں کے لئے شراب نچوڑنے والے پر۔

(۲) اپنے لئے شراب نچوڑنے والے پر۔

(۳) اس کے پینے والے پر۔

(۴) اس کے اٹھانے والے پر۔

(۵) جس کے لئے اٹھا کر لیجائی جائے۔

(۶) اس کے پلانے والے پر۔

(۷) اس کے بیچنے والے پر۔

(۸) اس کی قیمت کھانے والے پر۔

(۹) اس کے خریدنے والے پر۔

(۱۰) جس کے لئے خریدی جائے۔

چار قسم کے لوگ جنت کی نعمتوں سے محروم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنے اوپر یہ بات لازم کرلی ہے کہ چار قسم کے لوگوں کو جنت میں داخل نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کو جنت کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کے چکھنے کا موقع نصیب کرے گا:

(۱) شراب کا عادی۔

(۲) سود خور۔

(۳) یتیم کا مال ناحق کھانیوالا۔

(۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔

سات وجوہ سے شراب اور جوئے کی حرمت:

(۱) اول تو یہ فرمایا کہ شراب اور جوا ''رجس'' یعنی گندی چیزیں ہیں۔

(۲) پھر فرمایا ''من عمل الشیطان'' کہ شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔

(۳) پھر فرمایا ''فاجتنبوہ'' کہ اس سے بچو۔

(۴) فرمایا ''لعلکم تفلحون'' تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، معلوم ہوا کہ شراب اور جوا میں مشغول ہونا ناکامی کا سبب ہے جو دنیا اور آخرت میں سامنے آئے گی۔

(۵) فرمایا: ''انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر'' کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈالدے۔

(۶) فرمایا: ''ویصدکم عن ذکر اللّٰہ وعن الصلاۃ'' کہ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکنا چاہتا ہے۔

(۷) آخر میں فرمایا ''فھل انتم منتھون'' کیا تم باز آنیوالے ہو۔

غور کرلیں کہ کتنی وجوہ سے شراب اور جوئے سے منع فرمایا ہے، ایسے صاف واضح بیان کے ہوتے ہوئے جو شخص شراب اور جوئے کو حلال کہے گا اس کی بدبختی اور بے دینی میں کیا شک ہے۔

کل مسکر حرام:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ لانیوالی چیز خمر یعنی شراب ہے اور ہر نشہ لانیوالی چیز حرام ہے اور جو شخص دنیا میں شراب پئے گا، اور اس حال میں مرگیا کہ شراب پیتا رہا اور توبہ نہ کی تو آخرت میں شراب نہیں پئے گا، جنت کی شراب سے محروم ہوگا، اگر جنت کا داخلہ نصیب ہوگیا۔ (مسلم شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ (ابوداؤد)

حرمت کی خبر سنکر صحابہ نے راستوں میں شراب بہادی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں حضرت ابوطلحہ کے گھر میں حاضرین کو شراب پلا رہا تھا (حضرت ابوطلحہ حضرت انس کے سوتیلے باپ تھے) اسی اثناء میں یہ حکم نازل ہوگیا کہ شراب حرام ہے، باہر سے آنیوالی ایک آواز سنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی

شخص اعلان کر رہا ہے، حضرت ابوطلحہ نے کہا کہ باہر نکلو اور دیکھو کہ یہ کیسی آواز ہے، میں باہر نکلا تو میں نے واپس آ کر بتلایا کہ یہ پکارنیوالا یوں پکار رہا ہے کہ خبردار شراب حرام کردی گئی ہے، یہ سن کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ یہ جتنی شراب ہے سب کو گرادو، چنانچہ تمام شراب پھینک دی گئی، جو مدینہ کی گلیوں میں بہہ رہی تھی۔(تفسیر انوار البیان)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی کیا شان تھی کہ شراب گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، اس کے بڑے دلدادہ تھے، پھر اس کی حرام ہونے کی خبر سنی تو بغیر کسی پس وپیش کے اسی وقت گرادی۔

اللہ کے خوف سے شراب چھوڑنے پر انعام:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالی نے مجھے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اور جہانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ گانے بجانے کے سامان کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جس کی نصاری عبادت کرتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں اور میرے رب عزوجل نے قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بھی بندہ کوئی گھونٹ شراب کا پیئے گا تو میں اسے اسی قدر پیپ پلاؤں گا اور جو بھی شخص میرے ڈر سے شراب کو چھوڑ دے گا میں اسے ضرور مقدس حوضوں سے پلاؤں گا۔(مشکوۃ شریف)

تعمیل حکم کا حیرت انگیز واقعہ:

حضرت نافع بن کیسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت کیسان نے ان کو یہ بتلایا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب کی تجارت کیا کرتے تھے، اور وہ ملک شام سے اس حالت میں تشریف لائے کہ ان کے ساتھ بڑے بڑے مٹکوں میں لائی ہوئی شراب تھی جس کو وہ تجارتی طور پر فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! بیشک میں آپ کے پاس عمدہ ترین شراب لیکر آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تمہارے بعد شراب حرام کردی گئی ہے، حضرت کیسان نے عرض کیا کہ میں اسے فروخت کردوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک شراب کو بھی حرام کردیا گیا ہے، اور شراب کے پیسے اور قیمت کو بھی حرام کردیا گیا ہے، حضرت کیسان شراب کے مٹکوں کے پاس گئے اور ان کے کنڈوں کو پکڑ پکڑ کھینچا اور سب کو انڈیل کر بہادیا۔(مسند امام احمد بن حنبل)

سبحان اللہ اتنے سرمایہ کا جو نقصان ہوا، اللہ تعالی اور رسول اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس کا کوئی غم اور افسوس نہیں ہوا۔

تین چیزوں کی قیمت بھی حرام:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی نے شراب اور اس کی قیمت کو حرام کردیا اور خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام کردیا اور مردار اور اس کی قیمت کو حرام کردیا۔(ابوداؤد شریف)

شراب کا عذاب:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

(۱) شراب کا عادی۔

(۲) قرابت داری سے رشتہ ناتہ توڑنے والا۔

(۳) جادو کی تصدیق کرنیوالا۔

اور جو شخص شراب کا عادی ہو کر مرے گا اللہ تعالی اس کو نہر غوطہ سے پلائے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ نہر غوطہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہر غوطہ اس نہر کو کہا جاتا ہے کہ جو زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کی غلاظتوں سے جاری ہوگی اور اس کی بدبو ایسی خطرناک ہوگی کہ خود اہل جہنم انکی شرمگاہوں کی غلاظتوں کی بدبو کی ایذاء سے تکلیفیں اٹھائیں گے۔(مسند امام احمد بن حنبل)

عذاب الٰہی سے بچنے کا نسخہ:

عذاب الٰہی سے بچنے کا نسخہ پکی سچی توبہ ہے "ان اللہ کان توابا"

رحیماً" بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والامہربان ہے،توبہ کی کیا حقیقت ہے اس کوسمجھنا چاہئے، بہت سے لوگ زبان سے توبہ کے الفاظ نکال دیتے ہیں،اوران کے دل میں ذرابھی اس بات کی کسک نہیں ہوتی کہ گناہ چھوڑ دیں،سوجاننا چاہئے کہ توبہ کے تین جزء ہیں:

(۱)اول یہ کہ جوبھی گناہ ہوگئے ہیں ان سب پر سچے دل سے خوب ندامت ہواوراس بات کی شرمندگی وپشیمانی ہوکہ ہائے میں نے کیا کردیا، میں نے اپنے خالق ومالک کی نافرمانی کردی۔

(۲) دوسرا جزء یہ ہے کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا خوب پکا مضبوط عہد کرلیا ہو۔

(۳) تیسرا جزء یہ ہے کہ جوحقوق ضائع کئے (اللہ کے حقوق ہوں یابندوں کے حقوق)ان کی ادائیگی کرے۔

موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی:

"ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الئن ولا الذین یموتون وھم کفار" اوران لوگوں کی توبہ نہیں جوبرے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت حاضر ہوجائے،تو کہتا ہے کہ بیشک میں نے اب توبہ کی اورنہ ان لوگوں کی توبہ ہے جوکافر ہونیکی حالت میں مرتے ہیں،حاصل یہ ہے کہ جب موت کا وقت آجائے اور دوسرے عالم کے حالات نظر آنے لگیں تواس وقت جوکوئی توبہ کرے وہ توبہ قبول نہیں ہوتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک غرغرہ کی حالت نہ ہوجائے۔(رواہ احمد)

غرغرہ کی کیفیت:

جب روح نکلنے لگے اوراندر سے جان نکلنے کی آواز آنے لگے اس وقت کوغرغرہ کہا جاتا ہے،اس وقت چونکہ عالم غیب کی چیزیں سامنے آجاتی ہیں،فرشتے نظر آنے لگتے ہیں،اورجان کنی کی تکلیف شروع ہوجاتی ہے،اوراس طرح سے دوسرے عالم سے تعلق ہوجاتا ہے،اس لئے اس حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ٭٭٭

خط ایڈیٹر کے نام:

برادر گرامی قدر محبّ مکرم

حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعودعزیزی ندوی زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف!

''نقوش اسلام'' کا تازہ شمارہ بذریعہ ڈاک نہیں پہنچا،اوردیرسویرپہنچ جایا کرتا ہے،انتظار ہے،مگرتبصرہ اورتبصرے کی خبر ہند سے بھی اور پاکستان سے بھی پہنچتی رہتی ہے، بالآخر انٹرنیٹ سے نکلوالیا ہے، ایک کاپی شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کوبھجوادی ہے،انہوں نے فرمایا ویسے بھی میں مولانا مسعود ندوی صاحب کوبہت شوق سے پڑھا کرتا ہوں،تبصرہ پر بے حد خوش ہوئے، وسعت ظرف کا اعتراف کیا اورفرمایا:''مفتی صاحب نے کتاب کا جوہر نکال کرملت کوآگاہ کردیا ہے''۔

میں تو ایک ادنی حقیر وفقیر طالب علم ہوں،آپ کی حوصلہ افزائیوں اور تشجیعات سے ڈھارس بندھتی ہے،میرے بارے میں آپ نے جوکچھ تحریر فرمایا وہ میرے لئے دعاہے،اللہ پاک مجھے اس کا مصداق بنادے۔والسلام

عبدالقیوم حقانی

ماہنامہ''القاسم'' خالق آباد،نوشہرہ، پاکستان

٭٭٭ **سچی توبہ کے بعد گناہ باقی نہیں رہتا:**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَّ لَّاذَنْبَ لَهُ"، جوشخص اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالی کے یہاں وہ ان لوگوں کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے جنہوں نے کبھی گناہ ہی نہ کیا ہو۔(مشکوۃ شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ بنی آدم میں سے ہرایک گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کرتا ہے اورگناہ کرنیوالوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جوتوبہ کرنیوالے ہیں۔(ترمذی شریف)

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: مواعظ نعمانی

افادات: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

مرتب: مولانا کمال اختر خیرآبادی، اعظمی

صفحات: ۳۱۶/ قیمت: ۲۱۰/روپئے

ناشر: خانقاہ محمودیہ، مسجد بلال، مالتی باغ، بنارس

پیش نظر کتاب ''مواعظ نعمانی'' حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی کے وہ اسباق ودروس اور مواعظ ہیں جو حضرت مفتی صاحب نے رمضان کے اخیر عشرے میں اپنے مریدین ومتوسلین کے سامنے پیش فرمائے ہیں، حضرت مفتی صاحب کا یہ سلسلہ درس کئی سال سے چل رہا ہے، اسباق حدیث کے نام سے دو حصے اس سے پہلے شائع ہو چکے ہیں، پیش نظر مجموعہ حضرت مفتی صاحب کے ۹/اسباق پر مشتمل ہے، جن کے اندر خیر کے کاموں میں مسابقت، خیر کے بے شمار طور طریقوں کا بیان، یقین وتوکل، امانت کی اہمیت اور اس کے تقاضے، علم کی اہمیت، محبت رسول اور اکابر دیوبند، تلاوت قرآن کی اہمیت، آداب مباشرت، عظمت صحابہ، خرید وفروخت، عیادت مریض اور دائمی زندگی کو خوشگوار بنانے کی فکر جیسے اہم موضوعات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں کیونکہ وہ علم ومعرفت اور روحانیت وتصوف میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی سے نسبت رکھتے ہیں اور پھر دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم الشان ادارے کے مہتمم ہیں، اس لئے ان کا نام ہی کافی ہے، بڑی مبارک بادی کے مستحق ہیں حضرت مفتی صاحب کے مرید باختصاص مولانا کمال اختر صاحب خیرآبادی جنہوں نے حضرت مفتی صاحب کے ان اسباق ودروس کو مرتب فرمایا، اللہ تعالی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور کتاب کو مفید بنائے، اور قارئین کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

نام کتاب: مقالات نعمانی

مرتب: مولانا انوار احمد اعظمی خیرآبادی

صفحات: ۳۶۲/ قیمت: درج نہیں

ناشر: خانقاہ محمودیہ، مسجد بلال، مالتی باغ، بنارس

پیش نظر کتاب ''مقالات نعمانی'' میں حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی کے ۲۵/مقالات ہیں، جن کو مختلف رسائل اور مختلف فائلوں سے مولانا انوار احمد صاحب اعظمی نے جمع کرکے مرتب کیا ہے، مضامین کے تنوع سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مثلاً مندرجہ عناوین دیکھئے:

(۱) ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) مدینہ منورہ کی تاریخی مساجد

(۳) گنبدِ خضری

(۴) عہد رسالت کی پاکیزہ فضا میں پروان چڑھنے والے بچے

(۵) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

(۶) خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(۷) تاریخ تدوین قرآن اور مستشرقین

(۸) علم حدیث اور محدثین

(۹) محدث کے شیخ الحدیث نمبر پر ایک نظر

(۱۰) عورتوں کا طریقہ نماز

(۱۱) علامہ ذہبی اور ان کی کتاب سیر اعلام النبلاء

(۱۲) لامع الدراری امتیاز وخصوصیات

(۱۳) مولانا خلیل احمد سہارنپوری حیات وخدمات

(۱۴) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کا ذوق شعر گوئی

(۱۵) فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی

(۱۶) فقہی سیمینار بنگلور مسائل، قراردادیں اور فیصلے

(۱۷) تجارت اسلامی اصولوں کی روشنی میں

(۱۸)اعتراف کمال بھی علمی دیانت داری بھی

(۱۹)اسلامی نام

(۲۰)ایک ہفتہ بنگلہ دیش میں

(۲۱)ایک استفتاءاوراس کا جواب

(۲۲)حرف آغاز

(۲۳)ابتدائیہ

(۲۴)برادرمکرم جناب محمد ابوبکر صاحب غازیپوریؒ

(۲۵)ایک ملاقات

ان جیسے عناوین سے جہاں کتاب کی وقعت وضخامت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، وہیں حضرت مفتی صاحب کے ذوق اور انکی علمی اور قلمی مہارت کو بھی دیکھا جاسکتا ہے، کتاب معلومات کا ایک بحرزخار ہے، مرتب کتاب قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے حضرت مفتی صاحب کے ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک جگہ جمع کردیا اور قارئین کے استفادہ کیلئے آسان کردیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نام کتاب: خطبات نعمانی

مرتبین: مولانا انوار احمد اعظمی، مولانا کمال اختر اعظمی

صفحات: ۱۹۲/ قیمت: درج نہیں

ناشر: خانقاہ محمودیہ، مسجد بلال، مالتی باغ، بنارس

پیش نظر کتاب ''خطبات نعمانی بنام ترک تقلید اوراس کا انجام'' حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی کی ۴/تقریروں کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے خاص حالات کے پیش نظر کی تھیں، جن میں ترک تقلید اوراس کے انجام سے متعلق قرآن وحدیث اوراقوال علماء کی روشنی میں وضاحت فرمائی ہے، حضرت مفتی صاحب کے متعلق مولانا ریاست علی بجنوری لکھتے ہیں کہ:

''حضرت موصوف ہمارے دور کے ان باتوفیق علماء ربانیین میں سے ہیں، جن کو اللہ رب العزت نے رسوخ فی العلم، فطری ذکاوت، اکابر اولیاء اللہ کی صحبت اورتقویٰ وطہارت جیسے اوصاف سے حظ وافر عطا کیا ہے، موصوف دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام پر فائز ہونے سے پہلے جامعہ اسلامیہ بنارس کے شیخ الحدیث تھے اور بنارس کے اطراف میں دینی خدمت کے مختلف شعبوں میں وہ مرکزی کردار ادا کرتے تھے، بنارس چونکہ فرقہ اہل حدیث کی سرگرمیوں کا خاص مرکز ہے، اس لئے حضرت مفتی صاحب کواس میدان میں بھی کام کرنا پڑتا تھا، اسی پس منظر میں یہ تقریریں اور یہ کتاب وجود میں آئی''۔

مرتبین مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان تقریروں کو جمع کر کے شائع کیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اوران کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نام کتاب: مولانا محبوب الرحمٰن ازہری حیات وخدمات

نام مؤلف: مولانا محمد عبدالرشید ندوی

صفحات: ۲۴۰/ قیمت: ۱۲۰/روپے

ناشر: جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام ۲/۹۸/۷/ناظر باغ، کانپور (یوپی)

پیش نظر کتاب حضرت مولانا محبوب الرحمٰن ازہری ندوی کیرانوی سابق استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی وفات پر لکھے گئے مضامین کا ایک بیش بہا قیمتی اور گرانقدر مجموعہ ہے، جس کو مولانا محمد عبدالرشید صاحب ندوی منیجر ندوہ کمپیوٹر، ندوۃ العلماء لکھنؤ نے مرتب کیا ہے، جس میں ۱۶/مضامین ہیں، جو مختلف علماء کرام خاص طور سے حضرت مولانا محبوب الرحمٰن صاحب سے محبت وتعلق رکھنے والوں نے لکھے ہیں، جن میں کچھ تو وہ مقالات ہیں جو لکھنؤ میں مقالہ نگاری کے انعامی مقابلہ میں پیش کئے گئے، اور کچھ مضامین وہ ہیں جو ماہنامہ ''بانگ حراء'' کے خصوصی شمارے میں شائع ہوئے اور بعض اس کے علاوہ بھی ہیں، غرضیکہ یہ حضرت مولانا کے حالات وخدمات کے جاننے کیلئے اچھا تعارفی مجموعہ ہے، جس کو مرتب محترم مولانا محمد عبدالرشید صاحب نے بڑی خوش اسلوبی سے جمع کیا ہے۔

کتاب کے شروع میں عرض مرتب پھر حضرت اقدس مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کا مقدمہ اسکے بعد حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندوی اور مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی تقاریظ بھی شامل ہیں، پھر جمعیۃ مرکزیہ کا تعارف وخدمات، ترتیب پروگرام، تقسیم انعامات وغیرہ جیسے عناوین ہیں، حضرات اکابر کی ان تقریظات سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، واضح رہے کہ صاحب سوانح حضرت مولانا محبوب الرحمٰن ازہری جلیل القدر عالم دین تھے، وہ ندوہ وازہر کے فارغ تھے، اوران کی خدمات بھی وسیع ہیں، انہوں نے کلکتہ میں بھی پڑھایا اور ندوہ میں بھی درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا، ان کی کتاب ''دروس الاشیاء والمحاورۃ العربیۃ'' مشہور ومعروف ہے، جو مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہے، اس کے علاوہ بھی بعض کتابیں اور مضامین ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور صاحب کتاب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔